SHEHRI

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو، وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے۔ مارگریٹ میڈ

شہری

برائے بہتر ماحول

اکتوبر تا دسمبر 1996

اندر کے صفحات میں

سندھ کے بادکش
بلوچستان ہائیکورٹ کا تاریخی فیصلہ
پنیانگ۔ عالمی انجمنوں کا گڑھ
کپاس کی تباہی کے اسباب

شہریوں کی آواز پر بھی توجہ دیں

شدید عوامی دباؤ کی وجہ سے غیر قانونی عمارتوں کی تعمیر روکنا اور ان کی توڑ پھوڑ کا سلسلہ جاری ہے

شہری برائے بہتر ماحول نے اس ضمن میں چند غلط فہمیوں کے ازالے کی کوشش کی ہے

تقریباً" تین سال قبل شہری نے ایک مہم شروع کی تھی جس کا مقصد کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی اور کے ڈی اے کے کاموں کے بارے میں کھلے پن، محاسبے اور قانون کی حکمرانی کے اصولوں کی کارفرمائی کے بارے میں شعور عام بیدار کرنا تھا۔ اس قسم کی مہم کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی کہ تعمیراتی قوانین کی خلاف ورزیوں کے معاملات کی تعداد خطرناک شرح سے بڑھنے لگی تھی جن میں استعمال اراضی میں غیر قانونی تبدیلی بھی شامل ہے۔ خالصتاً" رہائشی علاقوں میں رہائشی پلاٹوں پر کثیرالمنزلہ تجارتی منصوبوں کی منظوری دی جارہی ہے ایسے واقعات خاص طور پر کراچی کی پرانی اور ترقی یافتہ ہاؤسنگ سوسائٹیوں مثلاً گارڈن ایسٹ، جمشید روڈ، گارڈن ویسٹ، پی ای سی ایچ ایس، بہادر آباد، لیاری، کھارادر وغیرہ کے علاقوں میں وقوع پذیر ہو رہے ہیں اور اضافی منزلوں کی تعمیر سب سے زیادہ تشویشناک بات ہے۔

مثال کے طور پر گارڈن ایسٹ، گارڈن ویسٹ اور جمشید کوارٹرز کو لیجئے، جہاں قانون کے مطابق صرف گراؤنڈ پلس ون تعمیر کی اجازت ہے، لیکن وہاں بلڈرز ہت اور نو منزلہ عمارتیں تعمیر کر رہے ہیں جن میں لازمی طور پر کھلی چھوڑی جانے والی جگہوں کو بھی ڈھانپ لیا گیا ہے۔ ان سرگرمیوں کے نتیجے میں یہ علاقے جو کبھی منظم بستیاں ہوا کرتی تھیں اب بدصورت آبادیوں میں تبدیل ہو رہی ہیں۔ شہری سہولتوں مثلاً پانی، سیوریج، بجلی، کچرے کی صفائی وغیرہ پر ناقابل برداشت حد تک بوجھ پڑ رہا ہے۔ شہر میں جہاں پہلے ہی پارکوں اور کھیل کے میدانوں کا فقدان ہے کھلی جگہیں تیزی سے معدوم ہوتی جارہی ہیں۔

شہری کا موقف یہ ہے کہ "آباد" نے جس تشویش اور پریشانی کا اظہار کیا ہے وہ حقائق پر مبنی نہیں ہے کیونکہ تعمیراتی قوانین کسی طور پر بھی کثیرالمنزلہ عمارتوں کی تعمیر میں آڑے نہیں آتے

کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی اور کے ڈی اے کے حکام اور بلڈرز کے ناپاک گٹھ جوڑ کے نتیجے میں شہر کی بنیادی شہری سہولتوں اور علاقے کے باشندوں کی صحت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے اور اس کی قوت محرکہ دولت اور صرف بڑے پیمانے پر حب زر ہی ہے۔

"شہری" کو یہ احساس ہوگیا تھا کہ اگر ان غیر قانونی سرگرمیوں کو نہ روکا گیا تو ان کے نتائج مستقبل قریب ہی میں اس شہر اور اس کے شہریوں کے حق میں نہایت تباہ کن ہوں گے۔ یہ کوشش کی گئی کہ انفرادی روابط، سیمینار اور ورکشاپوں، ذرائع ابلاغ اور رابطے کے دیگر وسائل کی مدد سے اس بحران کے بڑے اسباب کی نشاندہی کردی جائے اور ان اقدامات کی بھی نشان دہی کردی جائے جن کی مدد سے اس سلسلے میں مثبت تبدیلیاں لائی جاسکیں۔ چنانچہ کراچی بلڈنگ اتھارٹی، کے ڈی اے، کے ایم سی کے حکام، بلڈرز، ضلعی انتظامیہ، سیاستدانوں، عام شہریوں اور عدلیہ سے اعلیٰ ترین سطح پر رابطے قائم کئے گئے۔ اس طویل عمل کے نتیجے میں جس میں ایڈووکیسی، مشاورت، میٹنگیں احتجاج اور عدالتی معرکہ آرائیاں شامل ہیں خاصی کامیابیاں بھی حاصل ہوئی ہیں۔ اس جہد مسلسل میں قابل ذکر اہم مرحلہ اس وقت آیا جب اس سال کے شروع میں بڑی تعداد میں غیر قانونی عمارتیں سربمہر کی گئیں اور کمشنر کراچی یا سابق وزیراعلیٰ سندھ کے حکم پر بعد میں منہدم کردی گئیں۔ یہ عمل اب تک جاری ہے۔ مقامی اخبارات میں اس جاری عمل کے بارے میں خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اس ڈرامے کے تمام متعلقہ اداکار مثلاً "آباد" کے بی سی اے، کے ڈی اے

شہری

بی206 بلاک 2-پی ای سی ایچ ایس
کراچی 75400-پاکستان
ٹیلی فون / فیکس 92-21-453-0646
e-mail/address:Shehri@-Shehri.
a. khi.brain.net.pk.

ایڈیٹر : انیس ہارون

انتظامی کمیٹی

چیئرپرسن : قاضی فائز عیسیٰ
وائس چیئرپرسن : حسن جعفری
جنرل سیکریٹری : امبر علی بھائی
ارکان دانش آزر زوبی
فرحان انور
وکٹوریہ ڈی سوزا
نوید حسین، حمیرا رحمٰن

شہری اسٹاف

ایڈمنسٹریٹر : مسز منصور
پراجیکٹ اسسٹنٹ : اسامی خالی ہے
سیکریٹری : مسز ناہید قادر

شہری ذیلی کمیٹیاں

آلودگی کے خلاف : نوید حسین
تحفظِ ورثہ : دانش آزر زوبی
حمیرا رحمٰن
میڈیا اور بیرونی روابط : حمیرا رحمٰن، حسن جعفری، فرحان انور
قانون : قاضی فائز عیسیٰ، امید علی بھائی
رولینڈ ڈی سوزا، وکٹوریہ ڈی سوزا
پارکس اور تفریح : خطیب احمد
مالی حصول : تمام ارکان

ذیلی کمیٹیوں کی رکنیت شہری برائے بہتر ماحول کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔

ایڈیٹر/ادارتی عملہ کا خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

لے آؤٹ اور ڈیزائن : زیڈ یولا
پروڈکشن : انٹرپلس کمیونیکیشن
مالی تعاون فریڈرک نومان فاؤنڈیشن
رکن IUCN
دی ورلڈ کنزرویشن یونین

اور ترقیات کے ماہرین اس سلسلے میں اپنا اپنا موقف پیش کر رہے ہیں۔

جاریہ مہم کے خلاف احتجاج میں "آباد" (ایسوسی ایشن آف بلڈرز اینڈ ڈیولپرز) کی آواز سب سے زیادہ بلند آہنگ ہے۔ ان کا موقف ہے کہ موجودہ تعمیراتی قوانین، ضمنی قواعد اور ضوابط موجودہ زمینی حقائق اور شہر کی بڑھتی ہوئی رہائشی ضروریات سے مطابقت نہیں رکھتے، لہٰذا ان کے تحت ایسے سخت اقدامات نہ کئے جائیں کیونکہ یہ کثیرالمنزلہ عمارتیں شہر کی بڑھتی ہوئی رہائشی اور تجارتی ضروریات کو ہی پورا کرنے کے لئے تعمیر کی جا رہی ہیں، "آباد" کا کہنا ہے کہ حکام کی کارروائی کے نتیجے میں عام شہریوں کے وہ لاکھوں کروڑوں روپے ڈوب جائیں گے جو انہوں نے ان سربمہر اور منہدم کی جانے والی عمارتوں میں فلیٹوں اور دکانوں کی خریداری یا کرائے پر حاصل کرنے کے لئے ادا کئے ہیں۔ "شہری" کا موقف یہ ہے کہ آباد نے جس تشویش اور پریشانی کا اظہار کیا ہے وہ حقائق پر مبنی نہیں ہے۔ کیونکہ تعمیراتی قوانین کسی طور پر بھی کثیرالمنزلہ عمارتوں کی تعمیر میں آڑے نہیں آتے، بشرطیکہ متعلقہ قواعد اور طریق کار کی پابندی کی جائے۔ اگر سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس کے سیکشن 12 (بلڈنگ کے این او سی کی فروخت) کی پابندی کی جائے اور اس میں دیئے ہوئے طریقہ کار پر سختی سے عمل کیا جائے تو ایسا کوئی بحران کبھی پیدا ہی نہیں ہوگا۔

لیکن چونکہ بلڈنگ پلان اور سائٹ کا محل وقوع ایسا ہوتا ہے کہ بلڈرز ان قوانین کے اطلاق کے متحمل ہی نہیں ہوسکتے۔ وہ کے بی سی اے اور کے ای اے کے حکام کے ساتھ ملی بھگت کرکے انہیں آسانی کے ساتھ نظرانداز کر دیتے ہیں۔ عام طور پر طریقہ واردات یہ ہوتا ہے کہ نقشے منظور کرا لئے جاتے ہیں اور پراجیکٹ سائیٹ پر ایک بکنگ آفس بنا دیا جاتا ہے تاکہ تیسری پارٹی کی دلچسپی پیدا کی جاسکے۔ صرف یہی نہیں کہ عمارت کے ڈھانچے کے سلسلے میں خلاف ورزیاں کی جاتی ہیں بلکہ ہر قسم کی قانونی، طریقہ کار کی اور عمارت کے بنیادی تصور تک کی بلڈرز خلاف ورزیاں کرتے ہیں۔

> "شہری" کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ اگر ان غیر قانونی سرگرمیوں کو نہ روکا گیا تو ان کے نتائج مستقبل قریب ہی میں شہریوں کے حق میں نہایت تباہ کن ثابت ہوں گے

جہاں تک عام شہریوں کے لاکھوں کروڑوں روپے پھنس جانے کا تعلق ہے، اس ضمن میں "شہری" کی تجویز ہے کہ شہری اداروں سمیت تمام متعلقہ پارٹیوں کے نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی جائے اس کمیٹی کو یہ کام سونپا جائے کہ وہ سربمہر کی جانے والی عمارتوں کے معائنہ اور ادائیگیوں کے طریق کار کی سفارش کرے اور دیکھے کہ ان عمارتوں میں کس حد تک خلاف ورزیاں کی گئی ہیں تاہم ایسا لگتا ہے کہ کثیرالمنزلہ عمارتوں کی تعمیر کے سلسلے میں تمام بڑے بڑے فیصلے رائے عامہ معلوم کئے بغیر ہی کئے جا رہے ہیں، جیسا کہ شاہراہ فیصل پر کثیرالمنزلہ عمارتیں تعمیر کرنے کی اجازت دینے کے سلسلے میں ہوا جسے "شہری" سمیت عوام چیلنج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

شاہراہ فیصل کو ایک تجارتی سڑک کا درجہ دیا گیا ہے اور اس پر کثیرالمنزلہ عمارتوں کی تعمیر کی اجازت دی گئی ہے۔ سڑک کے دونوں جانب کے رہائشی مکانات وزارت تعمیرات، پی ای سی ایچ ایس اور محمد علی ہاؤسنگ سوسائٹی وغیرہ کی معرفت وفاقی حکومت کی ملکیت ہیں جو کہ اس اراضی کے لائسنس یافتگان ہیں۔ تاہم ان کوآپریٹو سوسائٹیوں کو اس فیصلہ سازی کے عمل میں شریک نہیں کیا گیا جس کے نتیجے میں شاہراہ فیصل پر کثیرالمنزلہ عمارتیں تعمیر کرنے کی اجازت دی گئی۔

فیصلہ کرنے والے اداروں کی اس کوتاہی کے باعث ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مستقبل میں ایسی مقدمے بازیوں کا دروازہ

باقی صفحہ ۱۹ پر

مناسب طریقہ

عمارتوں کی فروخت

۱) کوئی بلڈر متعلقہ اتھارٹی سے تحریری اجازت حاصل کرنے سے پہلے کسی عمارت کی فروخت کے لئے کسی بھی سمعی اور بصری ذریعے سے تشہیر نہیں کرے گا اور اپنے اشتہار میں عمارت کے بارے میں وہ تمام تفصیلات مہیا کرے گا جو متعین کی جائیں گی۔

۲) اتھارٹی کی جانب سے ذیلی شق نمبر ا کے تحت جو منظوری دی جائے گی اسے بلڈر کے دفتر میں یا عمارت کی سائٹ پر نمایاں طور پر آویزاں کیا جائے گا۔

۳) بلڈر اس بلڈنگ میں دیئے گئے رہائشی یونٹوں کی تعداد سے زیادہ تعداد میں ذیلی شق نمبر ا کے تحت اشتہار کے جواب میں موصول ہونے والی درخواستوں کو نہ قبول کرے گا اور نہ رجسٹر کرے گا۔

۴) اشتہار کے جواب میں درخواست موصول ہونے کی صورت میں بلڈر اور درخواست دہندہ کے درمیان عمارت کی تعمیر اور منتقلی کے بارے میں ایک معاہدہ ہوگا اور اس معاہدے میں بطور خاص اس تاریخ کا تعین ہوگا جب تعمیر مکمل ہوگی اور عمارت کا قبضہ دیا جائے گا اور وہ تاریخ بھی جب پوری قیمت ادا کر دی جائے گی۔

سربمہر عمارتوں کی تفتیش

شہری کا موقف

قاضی فائز عیسیٰ سربمہر کی جانے والی عمارتوں کے بحران سے متعلق مسائل اور موجودہ صورت حال کے خاتمے کے بارے میں کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کی حالیہ کوششوں کے قابل یقین ہونے کے بارے میں تفصیلی اظہار خیال کرتے ہیں

عظیم تر شہر کراچی کے شہریوں کی پیٹھ میں ایک بار پھر خنجر گھونپا گیا ہے۔ شہری برائے بہتر ماحول کو اپنے ذرائع سے وہ رپورٹ حاصل ہوئی ہے۔ جو "آباد" کے ارکان کے سربمہر کئے جانے والے پروجیکٹس کے بارے میں تحقیقات کے لئے قائم کی گئی کمیٹی نے مرتب کی ہے (حالانکہ جب اس رپورٹ کی ایک نقل شہری کو بھی فراہم کرنے کی درخواست کی گئی تو کمشنر کراچی یا ڈائریکٹر جنرل کے ڈی اے کی جانب سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا) اس کمیٹی کی تشکیل، اس کا طریقہ کار اور اس کی سفارشات قابل اعتراض ہیں۔

تشکیل

یہ کمیٹی کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کے دو ملازمین پر مشتمل ہے۔ اتھارٹی تعمیراتی قوانین پر عملدرآمد کرانے کی ذمہ دار ہے، لیکن وہ اپنی قانونی ذمہ داریوں کو بوجوہ پورا کرنے میں ناکام رہی ہے، جس کا سبب غفلت، لاپرواہی یا شعوری طور پر گریز کرنا یا دونوں باتیں ہیں۔ کمیٹی کے باقی ارکان ایسوسی ایشن آف بلڈرز اینڈ ڈیولپرز کے ارکان ہیں۔ اسی ایسوسی ایشن کے ارکان کے خلاف تحقیقات ہو رہی ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ وہ اس کمیٹی کی کارروائی پر اثرانداز ہوں گے۔ اگر کمیٹی میں ایسوسی ایشن کا ایک نمائندہ شامل ہوتا تو اعتراض نہ ہوتا، لیکن بڑی تعداد میں "آباد" کے ارکان کی کمیٹی میں شمولیت سے کمیٹی سے آزاد روی اور انصاف کی توقع رکھنا عبث ہے۔ ایسی کمیٹی کی تشکیل ہی سے اعتماد و یقین اٹھ گیا ہے۔ ہر شہری اس ضمن میں یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہے کہ

- کمیٹی میں معاملات کا علم رکھنے والے شہریوں کو کیوں شامل نہیں کیا گیا؟
- غیر سرکاری تنظیموں کے نمائندوں کو ارکان کی حیثیت سے شمولیت کی دعوت کیوں نہیں دی گئی؟
- شہرت یافتہ آرکیٹیکٹس، ٹاؤن پلانرز یا وکلاء کو کمیٹی میں شامل کیوں نہیں کیا گیا۔
- کمیٹی صرف دلچسپی رکھنے والی پارٹیوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس کی رپورٹ یا سفارشات ناقابل اعتبار ہو گئی ہیں۔

کمیٹی کا طریقہ کار

کمیٹی نے انتہائی خفیہ طریقے سے کام کیا، دلچسپی رکھنے والی پارٹیوں یا متعلقہ شہریوں کو اپنی رائے کا اظہار کرنے کے لئے کوئی پبلک نوٹس نہیں دیا گیا۔ نہ ہی خودمختار ماہرین، پیشہ ورانہ تنظیموں یا ماحولیاتی غیر سرکاری تنظیموں کو اپنی ماہرانہ رائے دینے کے لئے مدعو کیا گیا۔ رپورٹ میں جس واحد رائے کا ذکر کیا گیا ہے وہ "آباد" کی تھی (کمیٹی کے پانچ میں سے تین ارکان "آباد" کے ممبرز تھے) رپورٹ میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ کمیٹی کے اجلاس کب، کتنی مرتبہ اور کہاں ہوئے، مذکورہ رپورٹ میں اس بات کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا کہ آیا اس سلسلے میں کسی سابقہ رپورٹ پر بھی غور کیا گیا، قوانین کا جائزہ لیا گیا، ماہرین سے مشورہ طلب کیا گیا۔

کمیٹی کی سفارشات

کمیٹی نے معاملے کا باقاعدہ اور مناسب طور پر تجزیہ کئے بغیر ہی اپنا فیصلہ یوں صادر کردیا کہ......

"خلاف ورزی کے ان معاملات کو ایک ایسا کام سمجھا جائے جو پہلے ہی ہوچکا ہے اور اس ضمن میں بہترین راستہ یہی ہے کہ کے ڈی اے کی گورننگ باڈی نے اپنی قرارداد نمبر ۸۷۶/ ۱۹۹۳ء میں جو اضافی فیسیں اور دیگر واجبات مقرر کئے ہیں ان کی ادائیگی کے بعد ان معاملات کو قواعد کے مطابق قرار دے دیا جائے۔"

"اگر ان علاقوں کو باقاعدہ کرنے کی تجویز منظور کرلی جائے تو اس کے لئے سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈی نینس کی دفعہ ۱۹ (ا۔الف) میں ضروری ترامیم کرنے کی ضرورت ہوگی۔"

اگر مذکورہ کمیٹی کی سفارشات پر کسی طور پر بھی عمل کیا گیا تو اس سے شہریوں کے حقوق بری طرح متاثر ہوں گے۔

۱) اس سے یہ اصول ثابت ہوجائے گا کہ جرم کرنے والا فائدے میں رہتا ہے۔

۲) اس سے لوگوں کو یہ ترغیب ہوگی کہ وہ کسی قانون کی پابندی نہ کریں، کیونکہ قانون کی خلاف ورزی کے ارتکاب کے بعد یہ دلیل دی جاسکتی ہے کہ یہ کام تو اب ہوچکا ہے۔

۳) اس سے غیر ضروری قانونی مسائل اور پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ مثلاً مستقبل میں اگر دوسرے لوگ تعمیراتی قوانین کی خلاف ورزی کریں اور انہیں باقاعدہ نہ کیا جائے تو وہ یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ ان کے خلاف انتقامی کارروائی ہوئی ہے یا ان سے امتیاز برتا گیا ہے۔ محکمانہ طریق کار کو یک طرفہ طور پر اپنی مرضی سے نہیں بدلا جاسکتا اور وہ بھی قانون شکنی کرنے والوں کی سہولت کی خاطر

۴) کمیٹی نے یہ تسلیم کیا کہ ریگولرائزیشن کے لئے قانون کی دفعہ ۱۹ (ا۔الف) میں ترمیم کرنا ہوگی۔ لہٰذا کمیٹی کی سفارشات پر عمل کرنے کے لئے قانون میں تبدیلی کی ضرورت ہوگی۔ ایسی سفارش کرکے کمیٹی نے اپنی اختیار کی حدود سے تجاوز کیا ہے۔ کمیٹی سے یہ توقع کی گئی تھی کہ وہ اپنی سفارشات موجودہ قوانین کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے کرے گی۔ کمیٹی سے یہ توقع ہرگز نہیں کی گئی تھی کہ وہ چند بلڈرز کو فائدہ پہنچانے کے لئے قانون بدلنے کا مشورہ دے گی۔ اگر مقتنہ کمیٹی کی سفارشات پر عمل کرے گی تو اس پر سخت نکتہ چینی ہوگی اور مکروفریب کا الزام آئے گا۔

کمیٹی پر تبصرہ

کمیٹی نے نہ صرف ان بلڈرز کی حمایت کی جو قانون شکنی کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے ان کی مکمل حمایت کا اعادہ کیا۔ اس سلسلے میں رپورٹ کا مندرجہ ذیل اقتباس شہریوں کے احساس کے لئے

تازیانہ ہیں۔

"یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ ان معاملات کا فیصلہ ان خدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا جائے جو "آباد" کے ارکان بے گھر لوگوں کو جائے پناہ فراہم کرنے کے سلسلے میں انجام دے رہے ہیں۔"

یہ بات قابل فہم ہے کہ کمیٹی میں "آباد" کے ارکان تو ایسا بیان دے سکتے ہیں۔ لیکن حیرت ناک بات یہ ہے کہ کے بی سی اے کے کنٹرولر اور ڈپٹی کنٹرولر بھی اس کی توثیق کررہے ہیں۔ "آباد" کے ارکان اس دنیا کے "ایدھی" نہیں ہیں کہ وہ خدمت خلق کررہے ہیں بلکہ وہ اپنے کاروبار سے منافع حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔ ایک بلڈر عام طور پر گراؤنڈ فلور کی تعمیر سے ہی زمین پر کی گئی سرمایہ کاری واپس نکال لیتا ہے اور ہر اضافی منزل کی تعمیر سے اسے ۸۰ فیصد سے زائد منافع ہوتا ہے۔ جب اتنے بھاری منافع کا سوال ہو تو پھر بدعنوانیوں کا کیا ٹھکانہ' پھر اس معاملے میں سیاستدانوں اور بدعنوان کے بی سی اے کے ملازمین کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں تاکہ عمارت زیادہ سے زیادہ بلند ہوسکے اور کھلی جگہوں کے قواعد کو پامال کیا جاسکے۔ اس صورت حال میں جب بھی کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی پر عوام کا دباؤ بڑھتا ہے کہ کارروائی کی جائے تو ریگولرائزیشن کی تجویز پیش کردی جاتی ہے۔

یہ نام نہاد ریگولرائزیشن' قانون اور نظم و ضبط کے اصولوں پر مبنی معاشرے کے تصور کے قطعاً" منافی ہے۔ اگر ریگولرائزیشن ہی کو واحد حل تسلیم کرلیا جائے تو پھر تمام تعمیراتی قوانین اور ریگولیٹری اداروں کو ختم کردیا جائے اور ہر قسم کی تعمیراتی سرگرمیوں کے لئے صرف "ریگولرائزیشن فیس" کی ایک اسکیم برقرار رکھی جائے' اس اسکیم کا مقولہ یہ ہونا چاہئے کہ "تعمیر کرتے جائیں اور ادا کرتے جائیں۔" لیکن یہ امر یقینی ہے کہ کے بی سی اے ایسی سفارش ہرگز نہیں کرے گی اور نہ ہی پارلیمنٹ اس کی حمایت کرے گی کیونکہ اس کے نتیجے میں بدعنوان بلڈنگ اتھارٹیز اور سیاستدانوں کے ہاتھ سے امتیازی اختیارات چھن جائیں گے اور جس چیز کو قانوناً" خریدا جاسکتا ہے اس کے لئے رشوت نہیں دی جائے گی۔

آئندہ راہ

ایک سال سے زائد عرصہ ہوگیا جب اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کی تھی جو کہ اس وقت کے ایڈمنسٹریٹر کے ایم سی فہیم الزماں نے سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈی نینس ۱۹۷۹ء میں ترامیم تجویز کرنے کے لئے قائم کی تھی۔ یہ کمیٹی مندرجہ ذیل

> **کمیٹی نے انتہائی خفیہ طریقے سے کام کیا' دلچسپی رکھنے والی پارٹیوں یا متعلقہ شہریوں کو اپنی رائے کا اظہار کرنے کے لئے کوئی پبلک نوٹس نہیں دیا گیا' نہ ہی خود مختار ماہرین' پیشہ ورانہ تنظیموں یا ماحولیاتی غیر سرکاری تنظیموں کو رائے دہی کے لئے مدعو کیا گیا**

پیشہ ور ماہرین پر مشتمل تھی۔

جناب نعیم الرحمان بار ایٹ لاء' جناب عارف حسن آرکیٹیکٹ' جناب ارشد عبداللہ آرکیٹیکٹ' جناب رؤف اختر فاروقی اس وقت چیف کنٹرولر بلڈنگ کے بی سی اے' کے ڈی اے کا نمائندہ' جناب مخدوم علی خان بیرسٹر ایٹ لاء' قاضی فائز عیسیٰ بیرسٹر ایٹ لاء' پروفیسر محمد نعمان' ایڈمنسٹریٹر کے فنی مشیر کی حیثیت سے کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کرتے رہے۔

مذکورہ کمیٹی نے تین ماہ کے عرصے میں متعدد اجلاس کئے اور مجوزہ ترامیم پیش کیں جنہیں تمام ارکان نے متفقہ طور پر منظور کیا تھا۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ایک سال گزر جانے کے باوجود حکومت نے ان سفارشات کے سلسلے میں کوئی کارروائی کیوں نہیں کی۔ اگر یہ ترامیم تجویز کے مطابق نافذ کردی جاتیں تو ایسے متعدد مسائل سے بچا جاسکتا تھا جو آج درپیش ہیں۔ مجوزہ ترامیم میں یہ سفارشات شامل تھیں۔

۱) کے بی سی اے کی کارکردگی کی نگرانی کے لئے ایک مستقل کمیٹی قائم کی جائے اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ کمیٹی سیاسی دباؤ سے آزاد ہو اور خالصتاً" پیشہ ورانہ انداز میں کام کرے چنانچہ یہ تجویز کیا گیا کہ کمیٹی کے سات ارکان میں ایک ایک وکیل' آرکیٹیکٹ' ٹاؤن پلانر اور انجینئر شامل ہو اور اس کی میعاد تین سال کے لئے مقرر ہو۔

۲) اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ عوام کو اچھی طرح معلوم ہو کہ کس بلڈر کو عمارت تعمیر کرنے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ بے خبری میں شہری اپنی رقوم غیر مجاز منصوبوں میں نہ ڈبوئیں یہ تجویز کیا گیا کہ......

"ہر ڈیولپر اور بلڈر اپنی تعمیراتی سائٹ پر ایک سائن بورڈ نصب کرے گا جس پر نمایاں طور پر اس اتھارٹی کا نام لکھا ہوگا جس نے اس منصوبے کی منظوری دی ہے۔ اس پر وہ منظور شدہ پلان بھی ہوگا جس پر سائٹ کے مالک' ڈیولپر' بلڈر' آرکیٹیکٹ اور متعلقہ انجینئرز کے نام اور پتے بھی درج ہوں گے۔ ان شرائط کی تکمیل میں ناکامی کی صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ پلاٹ پر تعمیر متعلقہ اتھارٹی کی منظوری کے بغیر کی جارہی ہے اور اس پر متعلقہ اتھارٹی کی جانب سے مناسب کارروائی کی جائے گی۔

۳) عوام کے مزید تحفظ اور غیر قانونی عمارتوں میں تھرڈ پارٹی کا مفاد پیدا کرنے کی روک تھام کے لئے یہ تجویز کیا گیا کہ

"دیگر نافذ قوانین سے قطع نظر رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۰۸ء کے تحت کسی قسم کی عمارت کی فروخت یا لیز کی رجسٹریشن اس وقت تک نافذ العمل نہیں ہوگی جب تک اس عمارت کے لئے متعلقہ اتھارٹی کی جانب سے جاری کردہ تکمیل کا سرٹیفکیٹ مجاز افسر رجسٹریشن کو نہ دکھایا جائے اور اس کی ایک نقل فروخت یا لیز کی دستاویز کے ساتھ منسلک نہ کی جائے۔"

۴) عوام کو دھوکہ دہی سے مزید محفوظ رکھنے کی غرض سے یہ تجویز کیا گیا کہ......

"ڈیولپرز یا بلڈر اتھارٹی کے پاس پروجیکٹ کی مالیت کے دو فیصد کے برابر رقم جمع کرائے گا تاکہ اس رقم سے الاٹی یا منتقلی کرانے والے کے کامیاب دعوؤں کی ادائیگی کی جاسکے۔ اگر کوئی دعویٰ ہو تو اس کی ادائیگی کے بعد اتھارٹی باقی ماندہ رقم جو گورنمنٹ سیکورٹیز میں لگائی جائے گی بارہ ماہ کے اندر منافع یا مارک اپ کے ساتھ بلڈر کو لوٹا دے گی۔

۵) اس امر کی ضمانت کے لئے کہ اتھارٹی کے ملازمین پر کسی قسم کا سیاسی یا کوئی دوسرا دباؤ نہیں ڈالا جاسکے گا اور دیانت دار ملازمین کی حوصلہ افزائی اور بدعنوان اور نااہل افراد کی بیخ کنی کے لئے سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈی نینس میں مکمل تحفظ کی مندرجہ ذیل شق کا اضافہ کیا جائے گا۔ "اتھارٹی کے کسی افسر کی جانب سے بدنیتی یا بدعنوانی کی صورت میں کمیٹی کو شکایت پیش کی جائے گی جو مناسب تحقیقات کے بعد حکومت کو سفارش کرے گی کہ اس افسر کو برطرف یا معطل کیا جائے' جرمانہ کیا جائے یا وارننگ دی جائے اور اس کا اندراج اس افسر کی سالانہ خفیہ رپورٹ میں کیا جائے گا۔"

باقی صفحہ ۱۶ پر

شخصی تعارف

کھارے پانی کو زرعی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے

○ **سوال۔ ہمیں اپنے بایو سیلائین پراجیکٹ کے بارے میں بتائیں یہ کب شروع ہوا اور کیوں؟**

* جواب۔ ایک وقت ایسا بھی تھا جب یہ سمجھا جاتا تھا کہ نمکین پانی آبپاشی کے لئے موزوں نہیں ہے تاہم بعد میں تحقیقات کے نتیجے میں یہ ثابت ہوا کہ بعض اقسام کے پودے، درخت اور جھاڑیاں نمک برداشت کرلیتے ہیں اور انہیں ریتلے صحراؤں اور ریتلے ساحلی علاقوں میں آسانی سے اگایا جاسکتا ہے۔ چیکو، کیکر، نیم، سوڈان نیک، صحرائی پائین اور چقندر اس کی چند مثالیں ہیں۔ صحرائی اور نیم صحرائی خطوں میں ایسی زراعت کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں صحراگری اور جنگلات کی کٹائی کا عمل تیزی سے جاری ہے چنانچہ اس بات کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ بایوسیلائین زراعت کے طریقے پر تحقیق کی جائے۔ 1910ء میں کراچی یونیورسٹی میں یہ انسٹی ٹیوٹ قائم کیا گیا۔

○ **سوال۔ کیا آپ نے پاکستان میں کوئی پائلٹ پراجیکٹ شروع کیا ہے؟**

* جواب۔ جی ہاں۔ ہم نے سجاول میں نمک برداشت کرلینے والی چرنے کے قابل جھاڑیوں کا منصوبہ شروع کیا ہے۔ تقریباً" دس ایکڑ اراضی پر سونمیانی میں بھی ایسی جھاڑیاں اور پودے لگائے گئے۔ بعد ازاں اس علاقے میں مویشی بانی کی صنعت شروع کی گئی۔ بلوچستان کے محکمہ جنگلات نے پسنی کے علاقے میں کیکر کی کاشت کا منصوبہ بڑی کامیابی سے مکمل کیا ہے۔

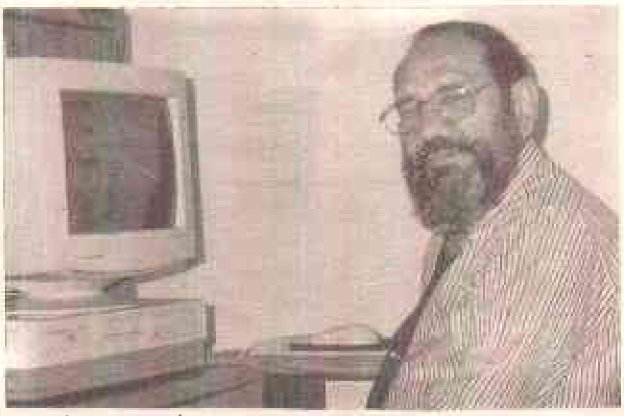

ڈاکٹر رفیق احمد جو اس وقت جامعہ کراچی کے شعبہ حیاتیات میں بایو سیلائین پراجیکٹ کے پرنسپل انویسٹی گیٹر کے طور پر کام کر رہے ہیں خود اپنی ذات میں ایک ادارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر رفیق احمد نے امریکہ کی مشہور اوہایو اسٹیٹ یونیورسٹی سے پلانٹ فزیالوجی کے شعبے میں پی ایچ ڈی کیا ہے۔ وہ ریتلے صحراؤں اور ساحلی ریگزاروں میں زراعت اور جنگل اگانے کے لئے زیرزمین کھارے پانی کے استعمال میں خصوصی مہارت رکھتے ہیں۔ "شہری" سے ڈاکٹر رفیق احمد کی گفتگو۔

○ **سوال۔ آپ نے کیکر کے بارے میں خاصی تحقیقات کی ہیں اس قسم کی زراعت کے کیا اقتصادی اور ماحولیاتی فوائد ہیں؟**

* جواب۔ دنیا بھر میں کیکر کی 20 مختلف اقسام پائی جاتی ہیں۔ ہم اپنے تحقیقی مرکز میں ان میں سے تقریباً" آٹھ اقسام کو ترقی دے پائے ہیں۔ کیکر سے بے شمار فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اسے ایندھن کی لکڑی کے طور پر، مویشیوں کے چارے اور زرعی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ غذائی مصنوعات مثلاً پھل اور شہد حاصل کیا جاسکتا ہے۔ برازیل میں کیکر کے بیجوں سے کافی بنائی جاتی ہے۔ گوند حاصل کیا جاسکتا ہے۔ کیکر کی لکڑی تعمیراتی کاموں میں بھی استعمال ہوتی ہے اس سے چھوٹی جھونپڑیاں اور حفاظتی باڑھ بنائی جاتی ہے۔ یہ تمام فوائد بڑی آسانی سے براہ راست حاصل کئے جاسکتے ہیں جس کے نتیجے میں اسے استعمال کرکے معاشی فوائد کے ذریعے عوام کا معیار زندگی بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ اس تحفظ اراضی، سطح زمین کی مضبوطی اور علاقے کے حسن میں اضافہ بھی شامل ہے۔

○ **سوال۔ کیا دنیا کے دوسرے علاقوں میں اس ضمن میں کامیابی کی مثالیں موجود ہیں؟**

* جواب۔ بے شک، آسٹریلیا میں چرائی کے قابل نمکین جھاڑیاں اگائی جاتی ہیں۔ آسٹریلیا میں بھیڑیں اور بکریاں پالنے کے بڑے بڑے فارم صرف اسی قسم کی زراعت کی بدولت قائم ہیں، ہالینڈ میں زمین کی قلت کے باعث ریتلے ساحلی علاقے سمندر سے حاصل کرکے وہاں چارے کے طور پر چقندر کی کاشت کی جاتی ہے اور اس کی بنیاد پر مویشی بانی کی جاتی ہے۔ بعض دوسرے ممالک مثلاً جنوبی امریکہ، میکسیکو، جنوبی ریاست ہائے متحدہ امریکہ، مصر، اسرائیل وغیرہ میں بایو سیلائین زراعت کے طریقے سے بھرپور فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔

○ **سوال۔ کیا ہم اس طریقہ زراعت کو تھر جیسے علاقوں میں بروئے کار نہیں لاسکتے؟**

* جواب۔ یقیناً ہم لاسکتے ہیں اور ہمیں لانا چاہئے۔ سب سے پہلے تو میں یہ کہوں گا کہ تھر حقیقت میں صحرا نہیں ہے ان حقیقی معنوں میں جسے ہم کہتے ہیں کہ ریگستان ہے۔ تھر میں متعدد جگہوں میں ہریالی پائی جاتی ہے جبکہ ریگستان میں آپ میلوں چلتے جائیں اور کہیں زندگی کا نام و نشان نہیں ملے گا۔ لہٰذا آپ یہاں اس طریقہ زراعت سے بڑی آسانی کے ساتھ

استفادہ کرسکتے ہیں میں ذاتی طور پر اس سلسلے میں اپنی خدمات پیش کرنے کو تیار ہوں لیکن ایسے طویل المیعاد مصوبوں کے لئے مالی امداد درکار ہوگی۔ سفرو رہائش کی سہولتیں مہیا کرنی ہوں گی۔ ہمیں ایسے افراد کی ضرورت ہوگی جو صاحب نظر ہوں۔

○ سوال۔ آپ کی تحقیق سے کراچی جیسے شہری مرکز کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟

* جواب۔ کراچی میں بیشتر پارک اور کھلے مقامات درختوں سے محروم ہیں اس کا ایک سبب پانی کی قلت ہے۔ ان پارکوں کو ڈرپ کلچر ٹیکنالوجی جیسے پانی کی بچت کے طریقوں اور زیرِ زمین پانی کو بروئے کار لا کر نئی زندگی بخشی جاسکتی ہے۔ اس ضمن میں ہماری تحقیق اور مہارت بڑی مدد دے سکتی ہے۔ کراچی کے ساحلی جنگلات کی تباہی کے بارے میں بڑی بڑی باتیں کی جاتی ہیں۔ اس تباہی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ

جانوروں کے چارے کے لئے سجاول میں کاشت کی گئیں نمکین جھاڑیاں

سجاول میں نمکین جھاڑیوں کی کاشت کی جارہی ہے

تقریباً" دس ایکڑ اراضی پر سونمیانی میں بھی ایسی جھاڑیاں کاشت کی گئی ہیں

مقامی دیہاتی دلدلی جنگلات کو ایندھن اور چارے کے طور پر استعمال کرتے ہیں کیونکہ ان کے پاس اور کوئی متبادل نہیں ہے اگر ہم ساحل سے کچھ فاصلے پر کیکر اگاسکیں تو ان دیہاتیوں کو ایندھن اور چارے کے حصول کا ایک اور متبادل ذریعہ مل سکتا ہے۔ ایسی زراعت کو فروغ دے کر کراچی میں بھی مویشی بانی کی صنعت شروع کی جاسکتی ہے۔

○ سوال۔ کراچی میں سیوریج کا ری سائیکل کیا ہوا پانی بھی آب پاشی کے مقاصد کے لئے استعمال کیا جارہا ہے کیا یہ طریقہ درست ہے؟

* جواب۔ جی ہاں۔ بشرطیکہ مناسب طریقے سے اس پانی کا ٹریٹ منٹ کیا گیا ہو، خلیج کے علاقے میں یہ طریقہ بہت عام ہے اور اس کے بہتر نتائج مرتب ہوئے ہیں۔

○ سوال۔ ہمارے ملک میں اس نوعیت کی زراعت کو فروغ دینے کے لئے کیا اقدامات کئے جائیں؟

* جواب۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو اس سلسلے میں تحقیق و ترقی کے منصوبوں پر سرمایہ کاری کرسکیں۔ اگر سرمایہ دستیاب بھی ہو تو یہ سرمایہ کاری طویل مدت کے لئے ہوگی۔ اس کے لئے افرادی قوت دستیاب ہے لیکن اس کی امداد اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے۔

ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لئے

"شہری" میں شمولیت اختیار کیجئے

اگر آپ "شہری" میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کوپن بھر کر اس پتے پر روانہ کردیں۔

شہری برائے بہتر ماحول

206 جی۔ بلاک 2۔ پی ای سی ایچ ایس' کراچی 75400۔ پاکستان

ٹیلی فون/فیکس۔ 92-21-4530646

e-mail/address: Shehri @ - Shehri. a. khi. brain.net.pk

نام ______________ ٹیلی فون (گھر) ______________

ایڈریس ______________________________

پیشہ ______________ ٹیلی فون (دفتر) ______________

شہری کی رکنیت

1997ء کے لئے شہری کی رکنیت کی تجدید کروانا نہ بھولیں۔ شہری میں شرکت کریں اور بطور شہری اس شہر کو صاف کرنے' صحت بخش اور ماحول دوست مقام بنانے کے لئے مدد دیں۔

شہری کی خصوصی رپورٹ

سندھ کے بادکش

حیدرآباد اور اندرون سندھ کے مکانوں کو ہوادار اور روشن بنانے کے لئے باد کش تعمیر کئے جاتے تھے' یہ منفرد طریقہ گزشتہ دو سو سال سے بڑی کامیابی کے ساتھ رائج ہے

ترقی یافتہ دنیا میں عمارتوں اور رہائشی منصوبوں میں توانائی کی بچت کے لئے نت نئے طریقے استعمال کئے جارہے ہیں۔ توانائی کو موثر اور باکفایت طور پر استعمال کرنے والے گھروں کے نئے نئے ڈیزائن متعارف کرائے جارہے ہیں۔ اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ اب ہمیں یہ احساس ہوگیا ہے کہ ہم اپنے توانائی کے حصول کے محدود وسائل کو تیزی سے خرچ کررہے ہیں اور اس عمل کے دوران اپنے ماحول کو بھی آلودہ اور پراگندہ کررہے ہیں۔

تاہم ہمارے خطے میں گزشتہ سو دو سو سالوں سے گھروں کو ہوادار اور روشن رکھنے کے لئے قدرتی ہوا کو استعمال کرنے کا ایک منفرد طریقہ بڑی کامیابی سے رائج ہے۔ حیدرآباد شہر اور اندرون سندھ میں مکانوں کو ہوادار بنانے اور روشن کرنے کے لئے گھروں پر "بادکش" تعمیر کئے جاتے تھے۔ ایسے "بادکش" آج بھی پرانے مکانات کی چھتوں پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

روایتی بادکش

"بادکش" کی تعمیر کی تکنیک پر ہوتی تھی کہ چھت کے ایک کونے میں تقریباً "3x3 فٹ کا مربع حصہ کھلا چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اس کا آدھا حصہ دیوار سے روک دیا جاتا ہے۔ مربع شکل کے سوراخ کو لوہے کے سریوں کا جال بنا دیا جاتا ہے تاکہ کوئی بڑی چیز کمرے میں نہ گرے۔ اس سوراخ کا ڈھکنا قبضوں کی مدد سے جڑا ہوا ہوتا ہے تاکہ اسے مکینوں کی ضرورت کے مطابق کھولا یا بند کیا جاسکے۔ اندرون سندھ کے ان علاقوں میں چونکہ ایک ہوائی سرنگ موجود ہوتی ہے لہٰذا یہ "بادکش" ہوا کو کھینچنے اور اسے نیچے کمروں تک پہنچانے کا ایک موثر ذریعہ ثابت ہوتے ہیں۔ ایئرکنڈیشنرز اور بجلی کے پنکھوں کے دور سے پہلے سندھ کے شدید گرم موسم میں گرمی سے بچاؤ کا یہی واحد طریقہ تھا۔

اب نئے مکانات کی تعمیر میں بادکشوں کا استعمال بڑی حد تک کم ہوتا جارہا ہے کیونکہ اب ان گھروں میں جدید سہولتیں فراہم کی جارہی ہیں۔ حیدرآباد کے ایک شہری کا کہنا ہے کہ "بادکشوں کی افادیت اب ختم ہوگئی ہے اور اب وہ ماضی کی یادگار رہ گئے ہیں۔" لیکن اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ بادکش جدید ٹیکنالوجی کی ترقی کے باعث بے کار ہوگئے ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے ترقی یافتہ دنیا اپنی ترجیحات بدل رہی ہے اور توانائی کے باکفایت استعمال کے ماحول دوست طریقے اپنارہی ہے جن میں شمسی توانائی' ہوائی توانائی اور سمندری لہروں کی توانائی وغیرہ شامل ہیں۔

پاکستان جیسے کم ترقی یافتہ ملک جو توانائی کے بحران سے دوچار ہیں' خاص طور پر چھوٹے شہروں اور دیہات میں ایسے طریقوں کے استعمال کی ایڈووکیسی کی ضرورت ہے۔

ہمیں ایسی سرگرمیوں کی حوصلہ شکنی کے بجائے حوصلہ افزائی کرنی چاہئے اور ان کے فوائد کا شمار نہ صرف مالی بلکہ ماحول کے تحفظ کے اعتبار سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ہمارا ماحول پہلے ہی بہت زیادہ آلودگی کا شکار ہے۔

قاضی فائز عیسیٰ[1]

بلوچستان ہائیکورٹ کا تاریخی فیصلہ

شاذ ونادر ہی کوئی ایسا عدالتی فیصلہ ہوتا ہے جس کا اثر کسی شہر کے ہر باسی کے معیار زندگی پر پڑتا ہو اور جس سے شہریوں کی زندگیوں کو تحفظ ملتا ہو۔ بلوچستان ہائی کورٹ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حال ہی میں اس نے ایک ایسا ہی تاریخی فیصلہ دیا ہے۔

ڈویژن بنچ جس نے بیگم سعیدہ قاضی عیسیٰ' قاضی عظمت عیسیٰ اور میری جانب سے کوئٹہ میونسپل کارپوریشن' کوئٹہ ڈیولپمنٹ اتھارٹی حکومت بلوچستان اور دیگر کے خلاف دائر کی جانے والی آئینی درخواست نمبر 125' 1995ء پر اپنا تاریخ ساز فیصلہ صادر کیا ہے عدالتی بنچ جسٹس امیرالملک مینگل (فیصلے کے منصف) اور جسٹس جاوید اقبال پر مشتمل تھا۔

یہ بلوچستان ہائیکورٹ میں دائر کیا جانے والا اپنی نوعیت کا پہلا مقدمہ تھا جس میں سرکاری حکام سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ شہر میں عمارتوں کی تعمیر سے متعلق اپنی ذمہ داریاں پوری کریں۔ اس کا فیصلہ اس اعتبار سے بھی اہم تھا کہ اس کا اطلاق نہ صرف کوئٹہ میں تعمیر ہونے والی ہر عمارت پر ہوتا ہے بلکہ ہر اس عمارت پر بھی ہوگا جو آئندہ تعمیر کی جائے گی۔

وادی کوئٹہ اس خطے میں واقع ہے جو زلزلوں کے لحاظ سے سرگرم ہے اور ماضی میں وہاں کئی تباہ کن زلزلے آچکے ہیں جن سے بھاری جانی اور مالی نقصان ہوچکا ہے۔

مستقبل میں بھی سخت زلزلے آنے کا امکان ہے (کوئٹہ ماسٹرپلان۔ صفحہ 194) کوئٹہ شہر کا محل وقوع مثالی نہیں ہے' زلزلوں کا خطرہ ایک سیاہ بادل کی طرح اس وادی کے سر پر منڈلاتا رہتا ہے (کوئٹہ ماسٹر پلان۔ صفحہ 148)

مختلف ماہرین کی رپورٹوں پر انحصار کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا گیا تھا (جس کا ذکر فیصلے میں بھی کیا گیا ہے) کہ "کوئٹہ شہر کی توسیع افقی سمت میں کی جائے اور اسے عمودی طور پر ترقی نہ دی جائے۔ کثیرالمنزلہ عمارتوں کی تعمیر مکمل تباہی اور پوری آبادی کے تہس نہس ہو جانے کا سبب بنے گی۔ بلڈرز کے ذاتی اور انفرادی فوائد لاکھوں شہریوں کی جانوں کے تحفظ کے بعد آنے چاہئیں۔

کوئٹہ بلڈنگ کوڈ' 31 مئی 1935ء کے زلزلے کے بعد مرتب کیا گیا تھا جس نے اس علاقے میں زبردست تباہی مچائی تھی اور جس میں تقریباً" 60 ہزار افراد لقمہ اجل بن گئے تھے۔ کوئٹہ کا 1935ء کا زلزلہ دنیا بھر میں ریکارڈ کئے جانے والے زلزلوں میں جانی نقصان کے اعتبار سے گیارہویں نمبر پر تھا۔ تاہم اتنا تباہ کن ہونے کے باوجود یہ اس خطے میں آنے والا واحد زلزلہ نہیں تھا۔

تاریخی طور پر اور 1905 سے ریکارڈ کئے جانے والے اعداد و شمار سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کوئٹہ سے 240 کلومیٹر کے قطر میں ہی تمام شدید نوعیت کے زلزلے آتے رہے ہیں۔ 1852ء اور 1935ء کے درمیان بلوچستان میں پندرہ زلزلے آئے جو اتنے شدید تھے کہ ان سے عمارتوں کو نقصان پہنچا۔ بعض تباہ کن زلزلوں کا تعلق معلوم شدہ سرگرم فالٹس سے تھا۔ (کوئٹہ ماسٹرپلان۔ صفحہ 10)

فیلڈ کے مشاہدات اور 1935ء کے زلزلے کے تعلق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں ایک سرگرم فالٹ موجود ہے جو بڑے زلزلوں کا سبب بن سکتی ہے جس سے کوئٹہ میں سنگین زلزلوں کا خطرہ موجود ہے (کوئٹہ ماسٹرپلان) صفحہ نمبر 10' 11)

کوئٹہ بلڈنگ کوڈ 1935ء کے زلزلے کے بعد مرتب کیا گیا تھا جس کی شدت ریکٹر اسکیل پر 7.5 تھی۔ اس کوڈ کے نفاذ سے کوئٹہ کے شہریوں کی ضروریات قابل تعریف طور پر پوری ہو رہی تھیں کیونکہ کوئٹہ میں وقتاً" فوقتاً" آنے والے زلزلوں سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا' حالانکہ شدت کے اعتبار سے ان میں سے کوئی بھی زلزلہ 1935ء کے زلزلے کے ہم پلہ نہیں تھا۔

1935ء کے زلزلے کی نمایاں یاددہانی کے طور پر ٹھیک 60 سال کے بعد عین اسی دن یعنی 31 مئی 1995ء کو جس دن ہائیکورٹ میں اس مقدمے کی پہلی پیشی تھی کوئٹہ میں پھر زلزلہ آیا۔ لیکن خوش قسمتی سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا کیونکہ اس کی شدت (Richter) ریکٹر اسکیل پر صرف 5.2 تھی۔

یہ درخواست دائر کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بلڈنگ کوڈ کے نفاذ کے محافظوں نے خود اس کی خلاف ورزی میں پہل کی اور بلڈنگ کوڈ کے نفاذ میں ناکام رہے۔

باقی صفحہ ۶۱ پر

وادی کوئٹہ اس خطے میں واقع ہے جو زلزلوں کے لحاظ سے سرگرم ہے' ماضی میں تباہ کن زلزلوں کے سبب بھاری جانی اور مالی نقصان ہوچکا ہے' مستقبل میں بھی شدید زلزلے آنے کا امکان ہے

شہری کے سیمینار میں (دائیں سے) جناب ضیاء الرحمٰن' پرویز نعیم' مہتاب اکبر راشدی' نوید حسین' نوید خان اور عین العابدین اور حاضرین

بجلی کی پیداوار اور ماحول پر اس کے اثرات

شہری سی بی ای کے زیر اہتمام ۳ اگست ۱۹۹۶ء کو منعقدہ سیمینار کی روداد

شہری نے حال ہی میں فریڈرک نومان فاؤنڈیشن کے تعاون سے ایک سیمینار منعقد کیا جس میں مشہور ماہرین نے بجلی کی پیداوار اور ماحول پر اس کے اثرات کے مسائل خصوصاً" کراچی شہر کے حوالے سے اس پر تفصیل سے بحث کی' یہ سیمینار گزشتہ سال منعقد ہونے والے ایک ایسے ہی سیمینار کا تسلسل تھا۔ مقررین میں جناب نوید حسین (ایگزیکٹو ممبر شہری برائے بہتر ماحول) مسز مہتاب اکبر راشدی (ڈائریکٹر جنرل ای پی اے سندھ) جناب عین العابدین (پرنسپل عین العابدین ایسوسی ایٹس) ڈاکٹر نوید خان (حب کو پاور کمپنی) ڈاکٹر پرویز نعیم (پروگرام ڈائریکٹر آئی یو سی این) اور پروفیسر ضیاء الرحمٰن (انسٹی ٹیوٹ آف انوائرمنٹل انجینئرنگ اینڈ ریسرچ' این ای ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی) شامل تھے۔ سیمینار میں بڑی تعداد میں سامعین نے شرکت کی۔ سیمینار میں فریڈرک نومان فاؤنڈیشن کے کنٹری ریزیڈنٹ ڈاکٹر اینی کلاف نے بھی شرکت کی۔

نوید حسین نے اس بات پر زور دیا کہ شہریوں کی شراکتی تنظیم کی حیثیت سے "شہری" بجلی کی پیداوار بڑھانے کی حمایت کرتی ہے جس کی ترقی اور خوشحالی کے لئے ملک کو سخت ضرورت ہے تاہم انہوں نے اظہار افسوس کیا کہ ترسیلی نقصانات' چوریوں اور واپڈا اور کے ای ایس سی میں پیشہ ورانہ مہارت کے فقدان کے باعث بجلی کی شرحوں میں بے تحاشہ اضافہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کی خام اور ناکافی انرجی پالیسی کی وجہ سے بڑی تعداد میں نجی بجلی گھر وجود میں آرہے ہیں اور حکومت نہ صرف ان بجلی گھروں کو ایندھن فراہم کرنے بلکہ ان سے بجلی خریدنے پر بھی مجبور ہے جس کا نتیجہ سنگین مالی بحران کی صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ انہوں نے اس بات پر بھی افسوس کا اظہار کیا کہ مجوزہ بجلی گھروں میں سے 30 فیصد کراچی میں تعمیر کئے جائیں گے اور ان پر کوئی مناسب ماحولیاتی کنٹرول بھی نہیں ہوگا اور اس طرح وہ اس شہر میں آلودگی کی سطح کو اور بھی بڑھانے کا باعث بنیں گے جہاں پہلے ہی آبادی کی کثرت ہے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ تمام متعلقہ شعبوں کے ماہرین پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی جائے جو ایک زیادہ مناسب' موزوں اور ماحول دوست توانائی پالیسی کی تشکیل میں مدد دے۔

پاکستان میں بجلی کی پیداوار

نصب شدہ استعداد	11,000 میگاواٹ			
پیداواری استعداد	10,500 میگاواٹ			
	واپڈا	K.E.S.C/ حب کو	کیپٹو	فیصد
آبی	4317	—	—	41.1
تھرمل	4007	1800	323	58.4
ایٹمی	—	50	—	00.5
میزان	10,500 میگاواٹ			

مجوزہ بجلی گھروں میں سے 30 فیصد کراچی میں تعمیر کئے جائیں گے اور ان پر کوئی مناسب ماحولیاتی کنٹرول بھی نہیں ہوگا' اس طرح وہ شہر میں آلودگی کی سطح میں مزید اضافے کا باعث بنیں گے

مسز مہتاب اکبر راشدی نے سامعین کو بتایا کہ ای پی اے سندھ خاصے مالی اور فنی دباؤ کے تحت کام کر رہی ہے۔ آلودگی کی سطح کو پیمائش کرنے والے آلات' جن کی سخت ضرورت ہے کی فراہمی محدود ہے۔ تربیت یافتہ فنی عملہ بھی مطلوبہ سطح تک دستیاب نہیں ہے۔ تاہم مسز راشدی نے کہا کہ ای پی اے سندھ دستیاب وسائل کو بہترین انداز میں بروئے کار لا رہی ہے اور پاور پلانٹس کے مسئلے کو مناسب اہمیت دی جا رہی ہے۔

انجینئر عین العابدین نے کم کارکردگی

اور زیادہ آلودگی پھیلانے والے پلانٹس اور ٹیکنالوجیز کے استعمال کو چیلنج کیا جن میں درآمد شدہ فرنیس آئل اور ڈیزل سائیکل سسٹم کو استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کی رائے تھی کہ درآمد شدہ ٹیکنالوجی پر زیادہ انحصار کے باعث اب ہم مہنگے اور کم کارآمد مالی اور فنی پیکیج قبول کرنے پر مجبور ہیں۔ جس سے ہماری ملکی معیشت اور طبعی ماحول پر ناقابل برداشت بوجھ پڑے گا۔

جناب نوید خان نے پاکستان میں الیکٹرک پاور انڈسٹری/ٹیکنالوجی اور دستیاب ایندھن' فضائی آلودگی کے ماحولیاتی اثرات اور فضائی آلودگی کے خاتمے کے ممکنہ اقدامات کے بارے میں ایک معلوماتی جائزہ پیش کیا۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ چونکہ زیادہ سے زیادہ بجلی پیدا کرنا ملک کی اہم ترین ضرورت ہے' ملک کے پورے بجلی کے نظام کو زیادہ موثر اور کارآمد بنانا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ جگہ کے انتخاب اور ایندھن میں تبدیلی کے سلسلے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر پرویز نعیم نے نجی شعبے کے بڑے بجلی کے منصوبوں مثلاً حب کو وغیرہ کی کارکردگی پر ماحول پر اثرات کے حوالے سے کڑی نکتہ چینی کی اور اس بات پر زور دیا کہ حکومت کی پرائیویٹ پاور پالیسی کو اور زیادہ شفاف بنایا جائے۔

تقاریر کے بعد سوالات و جوابات کا سیشن ہوا جس کے دوران بجلی گھروں کے سلسلے میں شہریوں کی انفرادی اور شہری تنظیموں کی ذمہ داریوں سے متعلق سوالات زیر بحث آئے۔

جن بجلی گھروں کو این او سی جاری کئے گئے

ای پی اے نے جائزہ لینے کے بعد مندرجہ ذیل کو این او سی جاری کر دیئے۔

- گل احمد پاور پلانٹ' ۱۳۵ میگاواٹ کورنگی میں جو فرنس آئل سے چلایا جائے گا۔
- ٹپال انرجی' ۱۲۷ میگاواٹ فرنس آئل سے چلایا جائے گا۔
- لورانی اسٹار' ۱۱۰ میگاواٹ ماری پور روڈ' فرنس آئل سے چلایا جائے گا۔
- لبرٹی پاور پروجیکٹ ۲۰۷ میگاواٹ' سیرپور ماتھیلو ضلع گھوٹکی' قدرتی گیس سے چلایا جائے گا۔

ای پی اے سندھ کے زیر غور پاور پلانٹس کے منصوبے

- اسپنرز پاور پروجیکٹ' ۲۷۰ میگاواٹ نارتھ کراچی' فرنس آئل سے چلے گا۔
- جاپا فار ایسٹ بارج ماؤنٹڈ پاور پلانٹ' ۱۳۵ میگاواٹ پورٹ قاسم
- ٹریکٹ ایبل خلیج پاور پلانٹ' ۳۳۵ میگاواٹ' پورٹ قاسم مائع پیٹرولیم گیس سے چلے گا۔
- صباح شپ یارڈ بارج ماؤنٹڈ پاور پلانٹ ۲۲۸ میگاواٹ' پورٹ قاسم' فرنس آئل سے چلے گا۔

بے شک شہری برائے بہتر ماحول بجلی کی پیداوار کے حق میں ہے لیکن اس قیمت پر نہیں کہ وہ ماحول اور مستقبل کی نسلوں کی صحت متاثر کرے کیونکہ یہ ناپائید ار ترقی کی طرف لے جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ شدید گندھک کے پھیلاؤ سے انسانی صحت' زراعت اور جنگلات پر برا اثر پڑتا ہے

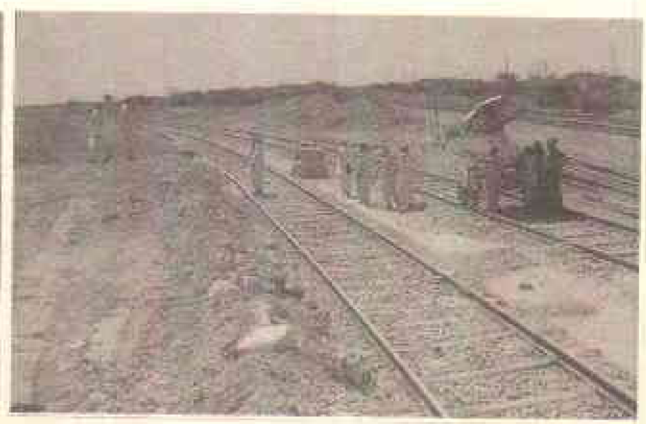

کراچی میں ایک بار پھر صفائی کی مہم زور و شور سے جاری ہے۔ کے ایم سی کا غائب عملہ حاضر ہو گیا ہے کوڑا کرکٹ اٹھایا جا رہا ہے لیکن کب تک!! یا کراچی کے شہری امید رکھیں کہ اب کی بار شہر واقعی ہمیشہ کے لئے صاف ہو جائے گا۔

تعارف: غیر سرکاری تنظیمیں

صدیقہ خانم

فاطمی فاؤنڈیشن

جنوری 1995ء میں معرض وجود میں آنے والی تنظیم فاطمی فاؤنڈیشن بھٹڑی جس کی تشکیل میں مردوں کی حاکمیت اور خواتین میں ناخواندگی کی وجہ سے سنگی کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا' تاہم تنظیم بننے کے بعد سنگی کی مسلسل کوششوں سے خواتین میں شعور بڑھنا شروع ہوا اور سنگی ان خواتین کے اندر کا خوف کم کرنے اور ان کی صلاحیت کو ابھارنے میں کافی حد تک کامیاب رہا۔ اس کا ثبوت 12 خواتین کا گاؤں کی سطح پر علاقے کے رسم و رواج کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے مردوں کی رضامندی سے چھوٹے پیمانے پر کاروبار شروع کرنا ہے۔ خواتین نے خود اپنے لئے ایسے کاروبار کا انتخاب کیا جو وہ ناخواندہ ہونے کے باوجود کر سکتی تھیں۔ ان کاموں میں ٹیلرنگ' لائیو اسٹاک اور پرچون کی دکان وغیرہ شامل ہے۔ یہ کاروبار شروع کرنے کے لئے ان خواتین نے سنگی کے کریڈٹ پروگرام سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے چھوٹے قرضے لئے۔ ان کو دیکھتے ہوئے گاؤں کی باقی خواتین کی حوصلہ افزائی ہوئی اور اس طرح گاؤں کی مزید خواتین بھی تنظیم میں شامل ہو رہی ہیں۔

اس طرح ایک طرف تو خواتین کاروبار کرتے ہوئے خاندان کی کفالت میں مردوں کا ہاتھ بٹا رہی ہیں تو دوسری طرف آڑے وقت کے لئے یومیہ ایک روپے کے حساب سے 30 روپے ماہوار بچت جمع کرتی ہیں جس سے گاؤں کی سطح پر ویلفیئر کے کام کئے جاتے ہیں۔ فاطمی فاؤنڈیشن نے سنگی سے درخواست کی کہ سنگی آمدنی کا کوئی ایسا پروگرام شروع کرے جس سے وہ بے سہارا خواتین جن کے مالی حالات بہت خراب ہیں یا وہ خواتین جو فی الحال تو سیونگ ممبران ہیں مگر شاید مستقبل میں سیونگ برقرار نہ رکھ سکیں' کے لئے روزگار کا وسیلہ بن سکے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے سنگی نے بھٹڑی گاؤں میں کرافٹ کا کام شروع کروایا جس میں ریشم کے لیڈیز کرتے' چادریں' اسکرٹ' ٹرالی سیٹ' کرمشئے کی بیڈ شیٹ' ٹیبل کلاتھ' بلاؤز اور ململ کے دوپٹوں کے ساتھ کرمشئے کا کام کروایا گیا۔ ان خواتین کی بنائی ہوئی چیزوں کی سنگی مستقبل قریب میں ایک نمائش کرے گا۔ اس طرح سنگی نے ایک طرف دیہی خواتین کی صلاحیتوں کو ابھارا اور فروغ دیا تو دوسری طرف خواتین گھر بیٹھے فارغ وقت میں اضافی آمدن کر کے مردوں کے شانہ بشانہ اپنے خاندان کا معیار زندگی بہتر بنا رہی ہیں۔

اس کام کو پہلی دفعہ جب 1995ء میں بھٹڑی گاؤں میں متعارف کرایا گیا تو صرف تین خواتین ریشم کا کام جانتی تھیں جس میں ایک بڑی عمر کی خاتون اور دو چھوٹی لڑکیاں شامل تھیں۔ لیکن آج اسی گاؤں کی تقریباً 45 خواتین سنگی کے اس پروجیکٹ سے منسلک ہیں جس کے نتیجے میں بھٹڑی گاؤں کی صرف خواتین کی تنظیم کی سیونگ اس وقت 45 ہزار روپے کے لگ بھگ ہے اور بھٹڑی کی خواتین سنگی کو حقیقی معنوں میں اپنا ہمدرد' مددگار اور ساتھی (سنگی) سمجھتی ہیں۔

(بہ شکریہ : سنگی خبرنامہ)

قانونی امداد

قاضی فائز عیسیٰ' امبر علی بھائی' رولینڈ ڈی سوزا' وکٹوریہ ڈی سوزا'

خطیب احمد

غیر قانونی عمارتوں کے خلاف حکومت کی مہم کے سلسلے میں کمشنر ہاؤس کراچی میں ۲/ ۱ گست ۱۹۹۶ء کو کمشنر کراچی مسٹر حفیظ الرحمان اور شہری کے ارکان کے ساتھ ہونے والی میٹنگ کی تفصیلات

شرکاء۔ مسٹر حفیظ الرحمان (کمشنر کراچی)' قاضی فائز عیسیٰ' امبر علی بھائی' خطیب احمد' رولینڈ ڈی سوزا (شہری)

کمشنر کراچی جناب حفیظ الرحمان نے کہا کہ تعمیراتی سرگرمیوں کے تمام شعبوں میں جواب دہی اور شفاف پن ہونا چاہئے۔ مسز علی بھائی نے کہا کہ شہری برائے بہتر ماحول نے کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کو لکھا ہے کہ موجودہ پیچیدہ صورت حال کا ذمہ دار اس کے قانونی ڈپارٹمنٹ کو کیوں نہ قرار دیا جائے' جس کے نتیجے میں حکومت کو غیر قانونی تعمیرات کے خلاف مہم چلانی پڑی اور صدر اور کلفٹن کے علاقے میں کارروائی کیوں نہیں کی گئی جہاں بڑے پیمانے پر خلاف ورزیاں کی گئی ہیں۔

مسز ڈی سوزا نے کہا کہ صورت حال بڑی پیچیدہ ہے' شاید سرکاری افسروں کی ایک بڑی تعداد قانون (بلڈنگ کنٹرول قواعد) کی باریکیوں سے آشنا نہیں ہے۔ شہری برائے بہتر ماحول گزشتہ سال سے کے بی سی اے کے کام کے طریقہ کار کی تحقیق کر رہی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ کوئی بھی ذمہ دار قبول کرنے کو تیار نہیں ہے' لیکن اس کے باوجود ہر شخص ملوث اور متعلق بھی ہے۔

کمشنر کراچی نے کہا کہ شہری کو اس مسئلے کی پیچیدگی کا علم ہے اور حالات کو درست کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔

جناب خطیب احمد نے سول انتظامیہ کے سربراہ کمشنر کراچی سے درخواست کی کہ وہ کراچی پر حکمرانی میں شہریوں کا کردار کے موضوع پر ہونے والے سیمینار میں شرکت کریں۔

ایس ڈی پی آئی کے زیر اہتمام اسلام آباد میں دوسری سالانہ پائیدار ترقی کانفرنس کے موقع پر ڈاکٹر ریٹے کلاف خطیب احمد اور دیگر شرکاء

پنیانگ... عالمی انجمنوں کا گڑھ

یہاں کی معاشرتی تحریکوں کی رنگارنگی میں ملائشیا کے اصل مزاج کی جھلک ملتی ہے، یہ گویا ایک چھوٹا سا اقوام متحدہ ہے

جزیرہ ملائشیا کے مغربی ساحلوں کے پاس اس مختصر جزیرہ کا سرگرم رضاکاروں کی بین الاقوامی انجمنوں کے ساتھ وہی تعلق ہے جو حصص کاروبار کرنے والی فرموں کا وال اسٹریٹ سے ہے۔

قدیم روایت، معیاری تعلیم کا ایک طویل تاریخی پس منظر اور بارانی جنگلات سے ڈھکے ہوئے افسانوی جزیرہ پنیانگ نے اپنے باسیوں کو ایک منفرد عالمی نقطہ نظر اور علمبرداری کا مادہ عطا کیا ہے۔

خیال ہے کہ پنیانگ میں دنیا کے کسی بھی شہر سے زیادہ فی کس عالمی علمبرداروں کی انجمنیں موجود ہیں۔ تیسری دنیا کا نیٹ ورک، پنیانگ کے خریداروں کی انجمن، دھرتی کی دوست، ملائشیا ماحولیاتی جماعت جسٹ (Just) عالمی ٹرسٹ، بچوں کی خوراک کے عالمی محرک کا نیٹ ورک، کیڑے مار ادویات سے متعلقہ تحریک کا نیٹ ورک اور "تیسری دنیا کا دوبارہ ابھرنا" اور "تیسری دنیا کی معیشت" جیسے رسالے۔ "تیسری دنیا کے نیٹ ورک" کے مارٹن کھور کا کہنا ہے "پنیانگ کے باشندے اپنے جزیرہ کے رہن سہن اور رویوں پر ہمیشہ سے ہی فخر محسوس کرتے رہے ہیں اور جب کبھی اس جزیرہ کے پرسکون ماحول کو خطرہ میں محسوس کیا تو وہ مقامی جدوجہد میں شامل ہوگئے۔ پھر انہوں نے محسوس کیا کہ اکثر مسائل کی جڑیں ملکی، علاقائی یا پھر عالمی نوعیت کی ہیں" کاغذوں اور فائلوں کے انبار میں دفن مارٹن کھور کو اپنے دفتر میں ہی تلاش کرنا مشکل ہوتا ہے۔ وہ تن تنہا ترقی پذیر ممالک کی آواز اقوام متحدہ، عالمی بینک اور دوسرے بین الاقوامی کانفرنسوں میں بلند کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

جب سنگاپور کے لیڈر لی کوان یو نے کچھ منتخب تیز طرار نوجوانوں کو 1960ء کی دہائی کے آخر میں آکسفورڈ بھیجا، تاکہ ان کی تربیت اس طرح ہوسکے کہ وہ اس کے شہریوں کی خوش حالی میں رہنمائی کر سکیں، تو کھور بھی ان میں شامل تھا۔ وہ آکسفورڈ سے واپس آیا تو "سنگاپور کے محکمہ خزانہ" میں شامل ہوگیا مگر جلد ہی اس کی خوش فہمی دور ہوگئی۔

وہ ملائشیا کے ایک نئے فعال غیرحکومتی ادارے کیپ "پنیانگ کے خریداروں کی انجمن" سے متاثر ہوا جو کہ اس وقت چرواہوں کے حقوق کے لئے جدوجہد، سمندر کو آلودہ اور پنیانگ کے مچھیروں کے روزگار کو ختم کرنے والی مصنوعات کے خلاف جنگ اور ترقیاتی اداروں کے ہاتھوں پنیانگ کے پہاڑوں کے قدرتی جنگلات کو بچانے کی جدوجہد میں مصروف تھا۔ کیپ کا بانی محمد ادریس ہے، جو پنیانگ کے متحرک سماجی گروہوں میں ایک خاندان کے سربراہ کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ یہ ادریس ہی تھا جس نے کھور جیسے سرگرم نوجوانوں کو ادارہ میں شامل کیا، ان کی تربیت کی اور انہیں متحرک کیا۔

کیپ کی وکیل ضیا رحمان جو عوام کی مفاد کے مقدمات میں سرگرم ہے اور جسے 1986ء میں ملائشین حکومت نے ایک مختصر مدت کے لئے جیل بجھوا دیا تھا، کہتی ہیں "یہ انکل ادریس کی قوت عمل ہی تھی جس نے اردگرد دنیا میں ہونے والے واقعات کے بارے میں ہماری آنکھیں کھولیں۔ یہ ان کی بصیرت تھی جو ہمارے جیسے کئی لوگوں کے لئے پرکشش بنی"۔

باریش ادریس اپنی عمر کی ساٹھویں دہائی میں ایسا شخص ہے جو ہر وقت بھارتی طرز کے کرتے میں ملبوس ہوتا ہے۔ وہ اپنے نوجوان ساتھیوں کو مقامی مسائل کی بین الاقوامی پیچیدگیوں کے بارے میں سوچنے پر اکساتا ہے۔ اس کے مشورہ کے مطابق محض علامات کا ہی نہیں بلکہ اصل مرض کا علاج کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ادریس کہتا ہے "ہم اپنے اپنے ممالک میں جتنا کچھ بھی کریں، مزید مسائل ابھر آتے ہیں" ہمیں ان مسائل کو پیدا کرنے والے عالمی عوامل کی شناخت اور ان کا سدباب کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ادریس اپنے خاندانی جہاز رانی، تجارت اور زیورات کے کاروباری امور کی نگہداشت کرتا ہے اس نے کیپ کو یورپ کے عطیہ دینے والے اداروں کی امداد سے چلایا۔ کیپ کی سرگرم عمل کاری رنگ لائی ہے، اپنی کامیابیوں کے باوجود ادریس حد درجے کا قنوطی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ قنوطیت اسے چوکس اور غیرمطمئن رکھتی ہے۔ ادریس کے مخصوص نظریہ کے مطابق "یہ دنیا تباہ ہونے والی ہے اور ہم اپنے ہی کوڑا کرکٹ میں غرق ہونے والے ہیں" وہ کہتا ہے کہ "کرہ ارضی نظریہ" اور "ترقی کی اصطلاحات" حکومتوں سے بھی زیادہ طاقتور ہیں۔

ادریس کا ایک اور حمایتی انور فاضل ہے، جس نے امسال نوزائیدہ بچوں کے لئے دودھ کے فارمولے کے خلاف عالمی تحریک سے متعلق اولین کام کرنے پر "بین الاقوامی صحت" کا انعام جیتا، جو اسے پنیانگ میں "عالمی نوزائیدہ بچوں کی خوراک کی تحریک کا نیٹ ورک" اور ماؤں کا دودھ پلانے کی عالمی تحریک کا اتحاد قائم کرنے میں مدد دینے پر ملا۔

فاضل کو اس کی "خریداروں کی تحریک" کی وجہ سے "مشرق کا رالف نادر" کہا جاتا ہے۔ جبکہ عالمی خریداروں کی یونین کے ادارہ کے متعلق جس کا اس نے 1983ء کا ایوارڈ جیتا، فضل کا کہنا ہے کہ پنیانگ کی انفرادیت یہ ہے کہ سرگرم رضاکاروں کو چیزوں کو عالمی تناظر میں

باقی صفحہ ۱۹ پر

خالد حسین

سنڈی اور سفید مکھی کپاس کو تباہ کر رہی ہے

چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں کے جھنڈ کے جھنڈ جن میں عام طور پر استعمال میں آنے والی جراثیم کش ادویات کا اثر قبول نہ کرنے کا رجحان سا پیدا ہوگیا ہے، ملک کو ایک دلدل میں پھنسا دیا ہے اور ملک کے اقتصادی نظام کے لئے ایک خطرہ بن کر رہ گئے ہیں۔

ماہرین کا خیال ہے کہ اس سلسلے میں سب سے بڑا عنصر ناقص اور غیرمعیاری ٹیکنالوجی ہے جو ان ادویات کے استعمال میں بروئے کار لائی جاتی ہے۔ ورلڈ کنزرویشن یونین (پاکستان) (IUCN) کے ڈاکٹر پرویز نعیم، ملٹی نیشنلز اور پراونشل ایگریکلچر ایکسٹنشن ڈپارٹمنٹس کو اس بات کا موردالزام ٹھہراتے ہیں کہ وہ کسانوں کو غیرضروری جراثیم کش ادویات خریدنے اور استعمال کرنے کی غلط ترغیب دیتے ہیں۔ کسانوں کو "پہلی نظر میں ہی اسپرے کرنے کی تلقین کی جاتی ہے" اس کے بعد ملٹی نیشنلز کی مارکیٹ کی توسیعی مہمات کو تقویت پہنچانے کے لئے انہیں "شیڈول اسپرے" پر مجبور کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں جراثیم کش ادویات کے استعمال پر آج کل جو لاگت آتی ہے وہ ملک میں کاشت کی جانے والی کپاس کی کل قیمت کا تقریباً 26 فیصد ہے (گزشتہ چھ برسوں میں یہ لاگت 20 فیصد تھی)

جراثیم کش ادویات کا بے اثر ہو جانا، کپاس کی سونڈی یا پتوں کے وائرس یا کسی دوسری بیماری کے حملے سے زیادہ بڑی وبا ہے جس پر قابو پانا کافی مشکل ہے۔ جراثیم کش ادویات کا بے اثر ہونا، کئی مہلک نقصانات کا حامل ہو سکتا ہے۔

"اس کا مطلب کسی بھی سال کپاس کی فصل کی مکمل ناکامی ہو سکتا ہے۔ یہ بحران ٹیکسٹائل انڈسٹری کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ جس سے اسٹاک مارکیٹیں ٹھپ ہو کر رہ سکتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ بینک بھی دیوالئے کا شکار ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ملک بھر کے بینک، اسٹاک مارکیٹوں کے پیسے پر ہی چلتے ہیں۔ ملک غیرملکی قرضہ جات کی ادائیگیاں کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ قصہ مختصر یہ کہ ہم دیوالئے اور بھوکے ہو کر رہ جائیں گے۔

خاتمے کا آغاز

کیڑے مار ادویات کا بے اثر ہو جانا ایک عالمی مظہر ہے۔ زراعت کے ماہرین اس عمل کو عام طور پر "کیڑے مار ادویات کو کچلنے والی چکی" کا نام دیتے ہیں۔ بعض حشرات الارض اپنے اجسام میں ایسے کیمیائی عمل سموئے ہوئے ہیں جو انہیں تولیدی تبدیلی برپا کرنے کی صلاحیت بخشتے ہیں۔ وہ بعض ایسے اجزاء تخلیق کر لیتے ہیں جو ان کے اجسام میں داخل ہونے والی ادویات پر حملہ آور ہو کر انہیں بے اثر بنا دیتے ہیں۔ "انہیں ہلاک کرنے کے لئے ہمیں ان ادویات کی بتدریج زیادہ خوراک اور مقدار کی ضرورت ہے"۔

1980ء کے اوائل میں پاکستان میں کپاس پر حملہ آور ہونے والے ایک خاص کیڑے پر قابو پانے کے لئے وسیع رینج رکھنے والی ادویات کو استعمال میں لایا گیا اس کیڑے کی تعداد میں تو کمی واقعی ہوگئی لیکن 1980ء کے وسط میں کپاس کو نقصان پہنچانے والی ایک سنڈی کی آبادی

میں اس حد تک اضافہ ہوگیا کہ اسے کپاس کی فصل کے لئے ایک بڑا خطرہ تصور کیا جانے لگا۔ اس سنڈی کو تلف کرنے کے لئے ابتدائی موسمی اسپرے میں اضافہ کر دیا گیا اور زیادہ طاقتور ادویات کا استعمال عمل میں لایا گیا۔ اس سے ان کو تلف کرنے میں کوئی خاص کامیابی تو حاصل نہ ہو سکی لیکن کپاس پر حملہ آور ہونے والی سفید مکھی کے قدرتی حریف جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ سفید مکھی کے خون پر پلنے پر بھڑنما ایک مختصر سا کیڑا۔ 92-1991ء تک سفید مکھی کپاس کی فصل کے لئے سب سے بڑا خطرہ بن کر سامنے آئی۔

موت کے کارخانے

دنیا بھر میں کیڑے مار ادویات کے بے اثر ہو جانے کے ایسے واقعات منظر عام پر آئے جنہوں نے موت کی صنعت کو بند ہونے پر مجبور کر دیا۔ مثال کے طور پر سوڈان میں جہاں 1975ء سے 1981ء کے درمیان کپاس پر سفید مکھی کے حملے کی وجہ سے پیداوار میں 40 فیصد کمی واقعی ہوگئی اور کیڑے مار ادویات کی قیمتوں میں 600 فیصد اضافہ ہوگیا۔ کیڑے مار ادویات کا بے اثر ہونا اتنا ہی خطرناک ہے جتنا

فصلوں کی تباہی سے لاحق ہونے والا معاشی صدمہ۔

ادویات کے خلاف مزاحمت پیدا کرنے والے حشرات الارض جلد ہی اپنا تسلط جمانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور دوسری اقسام کے خلاف صف آراء ہو کر جنگلی حیات کی کثرت میں کمی کا باعث بنتے ہیں۔ ادویات کے استعمال کی وجہ سے بعض اقسام کی تلفی یا ان کی تعداد میں کمی ایک قدرتی خلاء پیدا کردیتی ہے جسے "ماحولیاتی شگاف" کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس خلاء کو پر کرنے کے لئے وہ حشرت الارض آگے بڑھتے ہیں جنہیں تلف ہوجانے والی اقسام نے کنٹرول میں رکھا ہوا تھا۔ ماحولیاتی سسٹم میں یہ تبدیلی مزید تغیرات کو جنم دینے کا باعث بنتی ہے۔

کپاس پر حملہ آور ہونے والے دو بڑے کیڑے۔ سنڈی اور سفید مکھی۔ کپاس کی فصل پر حملہ آور ہونے والے کل حشرات الارض کی تعداد کا 60 فیصد ہیں۔ کپاس کی فصل جو پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہے۔ تاثیر کھو دینے والی ادویات میں سے 80 سے زائد ایسی ادویات ہیں جنہیں کپاس پر حملہ ہونے والی سنڈیوں کے خلاف استعمال میں لایا جاتا ہے۔ پاکستان میں استعمال ہونے والی جراثیم کش ادویات کا 90 فیصد کپاس کی فصل کو بچانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

جوں جوں نقصان دہ کیڑوں مکوڑوں کو تلف کرنا مشکل ہوتا جارہا ہے کاشتکار ان پر زہریلی دوا چھڑکنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا نتیجہ ماحولیاتی آلودگی اور ان اقسام کی تباہی کی صورت میں برآمد ہوتا ہے جو قدرتی طور پر نقصان دہ اقسام کو کنٹرول میں رکھنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ پاکستان ایگریکلچرل ریسرچ کونسل کے یوسف حیات خان کے مطابق "گزشتہ برس کسی کنٹرول کی عدم موجودگی میں سفید مکھی کی آبادی دس لاکھ فی ایکڑ سے بھی بڑھ گئی۔ 1992-93ء کے دوران کپاس کے پتوں پر وائرس کے حملے کی وجہ سے کپاس کی فصل میں جو کمی واقع ہوئی۔ اس سے (SDPI) کی طرف سے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق بیس بلین روپے کا نقصان ہوا۔ مقامی ٹیکسٹائل انڈسٹری کی ضروریات پوری کرنے کے لئے حکومت کو کپاس درآمد کرنا پڑی۔

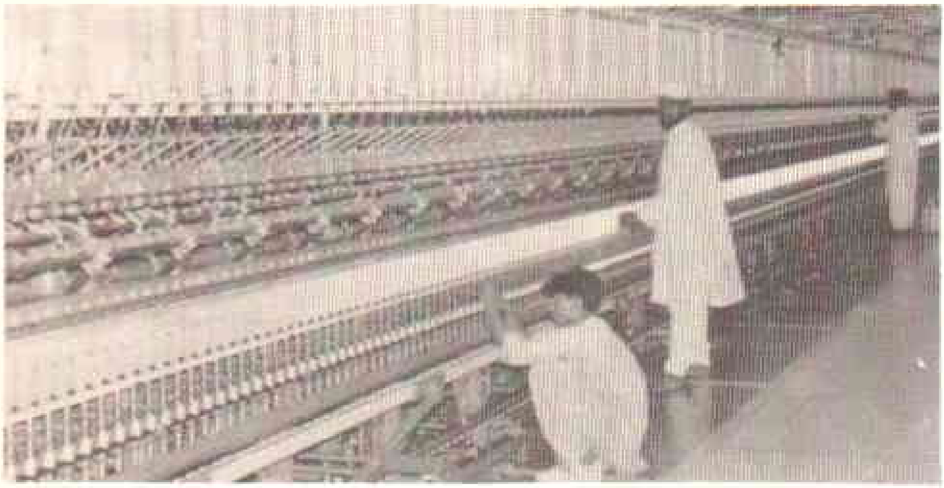

جوں جوں نقصان دہ کیڑوں مکوڑوں کو تلف کرنا مشکل ہوتا جارہا ہے کاشتکار ان پر زہریلی سے زہریلی دوا چھڑکنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا نتیجہ ماحولیاتی آلودگی کی صورت میں برآمد ہوتا ہے

اسی طرح 1994-95ء کے دوران کپاس کی فصل پر سنڈی کے حملے کی وجہ سے تخمینہ شدہ 9.5 ملین گانٹھوں کے مقابلے میں صرف 7.6 ملین گانٹھیں حاصل ہوئیں۔ پنجاب میں کپاس کی فصل پر سنڈی کا یہ حملہ غیرمتوقع اور حیران کن تھا۔

وائرس کے ایک معروف ماہر سید خالد کے مطابق 1992-93ء کے دوران کپاس کے پتوں پر وائرس کا حملہ سفید مکھی کی آبادی میں بے پناہ اضافہ کے باعث ہوا۔ کیونکہ حشرات الارض کی اس قسم نے زہریلی دوائیوں کے خلاف قوت مدافعت پیدا کرلی تھی۔ نیشنل ایگریکلچرل ریسرچ سینٹر، اسلام آباد کی لیبارٹری میں کام کرتے ہوئے انہوں نے یہ وائرس 1992ء میں پہلی بار دریافت کیا "اگرچہ اس وائرس پر قابو پالیا گیا ہے اس کے باوجود اس بات کا خطرہ موجود ہے کہ یہ وائرس ایک بار پھر حملہ آور ہو سکتا ہے یا مزید فصلیں یا پودے اس کی زد میں آسکتے ہیں"۔

جوابات کی تلاش

زہریلی ادویات کے خلاف قوت مدافعت اور سفید مکھی کی بڑھتی ہوئی آبادی 1988-1989ء کے درمیان پہلی بار کاشتکاروں کی توجہ کا مرکز بنی۔ وسط 1980ء تک سفید مکھی کم خطرناک کیڑوں میں شمار کی جاتی تھی۔ سنڈی کی وبا 1994ء میں پہلی بار منظرعام پر آئی۔ تاہم کسی نے ان خطرات کی طرف توجہ مبذول کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ جو نتیجہ برآمد ہوا ظاہر ہے وہ کاشتکاروں اور ریسرچ اسکالرز کے لئے صدمے کا باعث بنا۔

1991-92ء سے اب تک کاشتکار نقصان پہنچانے والے کیڑے مکوڑوں کے خلاف ایک نہ ختم ہونے والی جنگ میں مصروف ہیں۔

ماہرین کا یہ بھی خیال ہے کہ سفید مکھی اور سنڈیوں کے علاوہ کپاس پر حملہ آور ہونے والے دیگر حشرات الارض پر بھی اس سلسلے میں تحقیق ہونی چاہئے۔ اس تحقیق کے ضمن میں ضروری کام سرانجام دینے کا عزم ہی پاکستان کی زراعت کو استحکام دینے کا باعث بن سکتا ہے۔ بیشتر ماہرین کی رائے میں اس کے ساتھ ملک کا سیاسی استحکام بھی وابستہ ہے۔ 1992ء کے دوران پاکستان میں کپاس کی فصل کو بے تحاشہ نقصان پہنچا۔

(بہ شکریہ : جہد حق)

آلودگی پر کنٹرول

حنا متین، ہفتم ب، پلے ہاؤس گرلز سیکنڈری اسکول

ان جگھوں کو جہاں ہم رہتے ہیں، اپنے گھر کی طرح ہمیشہ صاف رکھنا چاہیے۔ ہماری زمین بھی ہمارا گھر ہی تو ہے اور اسے ہمیشہ صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دنیا بھر میں لوگ مختلف طریقوں سے آلودگی پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لہٰذا آلودگی وہ سب سے بڑا سبب ہے جو کرہ ارض کو تباہ کر رہا ہے۔

آلودگی کا مطلب ناخالص ہونا یا ملاوٹ ہے۔ یہ سماجی آلودگی بھی ہو سکتی ہے اور اخلاقی آلودگی اور فضائی آلودگی بھی۔ فضائی آلودگی ہمارے لئے سب سے زیادہ مسائل پیدا کر رہی ہے۔ اس کے سبب ہم بیمار ہو رہے ہیں، آلودگی کا ذریعہ کاروں، بسوں سے نکلتا ہوا دھواں اور سگریٹ نوشی اور بڑھتا ہوا کوڑا کرکٹ ہے۔ یہ سب مل کر ہمارے ماحول کو آلودہ اور غیر صحت مند بنا رہے ہیں جس کی وجہ سے کئی قسم کی بیماریاں پھیلتی ہیں۔

آلودگی کو کنٹرول کرنے کے چند طریقے

- سب سے پہلے اپنے والد اور دوسرے رشتہ داروں کو مجبور کریں کہ وہ تمباکو نوشی چھوڑ دیں اور انہیں بتائیں کہ "یہ عادت ان کی صحت کے لئے بہت نقصان دہ ہے۔"
- کچرے کو کم کرنے کی کوشش کریں۔ پلاسٹک کے تھیلیوں کی جگہ لنچ بکس استعمال کریں اور اپنی والدہ سے بھی کہیں کہ وہ پلاسٹک کی تھیلیاں استعمال نہ کریں۔
- کاغذ کو ضائع نہ کریں۔ تحفے لپیٹنے والے کاغذ کو دوبارہ استعمال کے لئے محفوظ کرلیں۔
- زیادہ سے زیادہ درخت لگانے کی کوشش کریں تاکہ ہمیں سانس لینے کے لئے زیادہ آکسیجن مل سکے۔ آلودگی کی وجہ سے اس کی کمی ہو رہی ہے۔

یہ وہ اقدامات ہیں جو آلودگی کو کنٹرول کرنے کے لئے آسانی سے کئے جا سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آج ہی سے ہم سب آلودگی کی روک تھام کے لئے کام شروع کریں گے اور ایک صحت مند اور آزاد فضا میں سانس لیں گے۔

مفید مشورے

- پیپر ٹاول، پیپر نیپ کن، ٹشوز، پلاسٹک، اسفنج ا۔ تھیلیوں کے بجائے کپڑا استعمال کریں۔
- آپ جو پانی استعمال کرتے ہیں اس کی مقدار کو کم کرنے کی کوشش کریں۔ صرف ضائع ہونے کا احساس بھی اس مسئلے کے حل کا ایک حصہ ہے۔
- اس غیر ضروری اور نقصان دہ شور کی مقدار کم کرنے کی کوشش کیجئے جو آپ کرتے ہیں۔

شہری کے لئے

رضاکاروں کی ضرورت

شہری کے مختلف منصوبوں پر ذیل میں درج ذیلی کمیٹیاں کام کرتی ہیں۔

○ آلودگی کا سدباب ○ تحفظ اور ورثہ ○ میڈیا اور بیرونی روابط ○ قانونی ○ پارکس اور تفریح ○ مالی حصول

اگر آپ شہری کے آئندہ منصوبوں میں مدد کرنا چاہتے ہیں۔ مزید معلومات کے لئے شہری کے دفتر تشریف لائیں یا فون، فیکس اور ای میل سے رابطہ قائم کریں۔

درخت لگائیں اور انکی دیکھ بھال کریں

کیونکہ.........

- یہ ہمیں سایہ دیتے ہیں۔
- ہوا کو صاف کرتے ہیں۔
- ہمیں لکڑی مہیا کرتے ہیں جس سے کئی کارآمد چیزیں بنائی جاتی ہیں۔
- ان سے کئی بیماریوں کا علاج ہوتا ہے۔
- یہ پرندوں اور جانوروں کو سر چھپانے کی جگہ فراہم کرتے ہیں۔
- یہ شور کی آلودگی کو کم کرتے ہیں۔

بقیہ : شہری کا موقف

وضاحت

"بدعنوانی" کی اصطلاح سے مراد کسی سرکاری ملازم یا اتھارٹی کے کسی افسر یا ملازم کی جانب سے آرڈی نینس یا قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی ہے۔

سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈی نینس کی مزید اصلاح اور اسے مزید موثر بنانے کے لئے اس میں مزید اضافے اور اصلاحات کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ تاہم ان ترامیم پر ایک نظر ڈالنے سے ہی اندازہ ہو جائے گا کہ اگر یہ اصلاحات نافذ کردی گئی ہوتیں تو اس صورت حال سے آسانی سے بچا جاسکتا تھا جو آج درپیش ہے۔ ایسے پیشہ ور افراد نے جن کا کوئی پیوستہ مفاد نہیں ہے تعمیراتی قوانین کو بہتر بنانے کے لئے رضاکارانہ طور پر یہ تفصیلی تجاویز پیش کی ہیں اور حکومت کی سہولت اور وقت بچانے کے لئے ان قواعد کا مسودہ بھی پیش کردیا ہے جنہیں مقننہ منظور کرکے نافذ کرسکتی ہے، لیکن ایسا لگتا ہے کہ یہ سب ضائع ہو رہا ہے۔ ان حالات میں بجا طور پر یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ جب صورت حال کی اصلاح کے لئے ٹھوس تجاویز پیش کی جاتی ہیں تو ان پر عملدرآمد کیوں نہیں کیا جاتا؟

(قاضی فائز عیسیٰ شہری کے چیئرپرسن اور قانونی سب کمیٹی کے رکن ہیں۔)

بقیہ : تاریخی فیصلہ

فروٹ اور سبزیوں کی مارکیٹ جسے برسہابرس سے کوئٹہ کے شہری سہولت استعمال کرتے رہے تھے کوئٹہ میونسپل کارپوریشن نے کثیرالمنزلہ بلدیہ شاپنگ کمپلیکس تعمیر کردیا۔ بلڈرز، سیاستدانوں اور کوئٹہ میونسپل کارپوریشن کے افسران نے بدقسمت شہریوں کی جانوں کی قیمت پر اپنے ہاتھ خوب رنگے۔

لیکن ہائیکورٹ کے فیصلے نے کوئٹہ کو لوٹنے والوں کے غباروں میں سے ہوا نکال دی ہے۔ ہائیکورٹ کے فیصلے میں واشگاف طور پر کہا گیا ہے کہ وادی کوئٹہ میں کوئٹہ میونسپل کارپوریشن کے علاقے میں عمارتوں کی تعمیر کو ریگولیٹ کرنے کے لئے بلڈنگ کوڈ اب بھی نافذالعمل ہے اور اس کی دفعات کی سختی سے پابندی کی جانی چاہئے۔

بلوچستان ہائیکورٹ کے فیصلے پر حکومت اور اس کے کارندوں کو سختی سے عمل کرنا چاہئے کسی اور محرک کے باعث نہیں تو کم از کم اپنے قانونی اور آئینی فرائض کی تکمیل کے لئے ہی انہیں اس پر عمل کرنا ہوگا۔

بقیہ : ملائشیا

دیکھنے کی تربیت دی گئی ہے۔ وہ مختلف المذاہب ملائشیا جیسے ملک کو عالمی تحریک کے لئے کامل پرورش گاہ تصور کرتا ہے۔

یہاں کی معاشرتی تحریکوں کی رنگارنگی میں ملائشیا کے اصل مزاج کی جھلک ملتی ہے، یہ گویا ایک چھوٹا سا اقوام متحدہ ہے اور ملائشیا اب دنیا کی اسٹیج پر ایک عالمی اداکار اور جنوب کے چیمپئن کے طور پر قدم رکھ چکا ہے۔ ملائشیا کے دوسرے غیر سرکاری گروہوں کے لئے تحریکوں کا یہ بین الاقوامی تناظر تشویش میں مبتلا کر رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پنیانگ سے تعلق رکھنے والے اندرون ملک انسانی حقوق کی پامالی، جمہوریت کے فقدان اور بارانی ذخیروں کی تباہی پر تو نرم رویہ رکھتے ہیں جبکہ عالمی سطح پر وہ انہی مسائل پر برسرپیکار رہتے ہیں۔

کھور اس بات کی تردید کرتا ہے کہ اس کے گروپ نے ملکی مسائل کا سامنا کرنا چھوڑ دیا ہے شائد ملائشیا عالمی بینک کا اتنا محتاج نہ ہو جتنا دوسرے ترقی پذیر ممالک ہیں مگر وہ اپنے ملک کے معاشی ترقی کے ماڈل کی مثال پر تنقید کرتا ہے، وہ کہتا ہے اس سے خوش حالی تو آئی ہے مگر یہ اضافہ دیرپا نہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ ملائشیا کو یہ برتری اس لئے حاصل ہے کہ ہم اپنی معاشی ترقی کی وجہ سے شمال سے ڈرے بغیر کھل کر بات کرسکتے ہیں۔ یہ ایک نہایت شعوری فیصلہ تھا کہ ہم اپنے کام کو بین الاقوامی سطح پر لے جائیں۔ اس عالمی طریق کار کی وجہ سے ملکی حکمت عملی پر ایک نہایت مخصوص اثر پڑے گا وہ مزید کہتا ہے کہ ہمیں ترقی پزیر ممالک کی رائے کو اہمیت دینی چاہئے کہ وہ ہمیں تباہ نہ کردیں۔

کھور کے تیسری دنیا کے نیٹ ورک نے عالمی کانفرنسوں جیسے 1992ء کا ریوڈی جینرو کی ارتھ سمٹ، قاہرہ کی آبادی کی کانفرنس اور گزشتہ سال کی غربت کے بارے میں کوپن ہیگن میں کانفرنس میں ایک سرگرم کردار ادا کیا ہے۔ گروپ نے جنوبی غیر سرکاری گروپس کی ان کانفرنسوں کی حمایت میں اور تیسری دنیا کے ممالک کو سرکاری سطح کے اجلاس میں اپنے دلائل مضبوط کرنے میں بھی مدد دی ہے۔

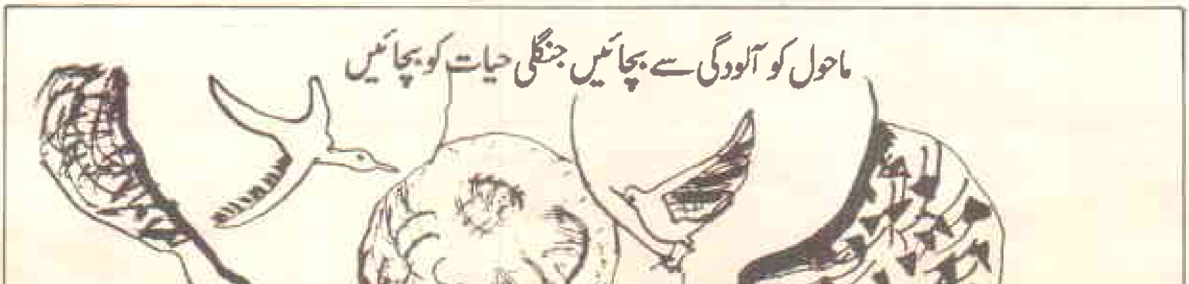

ماحولیاتی خبریں

جانور اور انسان ایک ہی تالاب سے پانی پیتے ہیں

ڈیرہ غازی خان اور راجن پور دونوں اضلاع کے مغربی حصوں میں پانی کی کمی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ آباد ہیں۔ مگر پانی کی فراہمی کا کوئی باقاعدہ نظام نہیں۔ پہاڑی نالوں سے جو پانی آکر کچے تالابوں میں جمع ہوتا ہے اسی سے انسان اور جانور اکٹھے پانی پیتے ہیں۔ یہ پانی بہت میلا ہوتا ہے۔ کھڑے کھڑے اس پر کائی جم جاتی ہے اور گھاس پیدا ہو جاتی ہے اور اکثر اوقات جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ تونسہ کے علاقے میں اس پانی کے پینے سے لاروا نالی کیڑا انسان کے جسم میں پیدا ہو جاتا ہے۔

اس علاقے میں بعض جگہوں پر زمین کے اندر میٹھا پانی بھی موجود ہے۔ جیسا کہ دھندی کا علاقہ ہے لیکن زمین سے یہ پانی نکالنا عوام کے بس کی نہیں، حکومت کے بس کی بات ہے، جس کی طرف وہ توجہ نہیں دیتی۔ اس طرح وہ انسانی حقوق کی بنیادی اہمیت انسانی زندگی کا تحفظ، بقاء اور صحت سے غفلت کا سبب بنتی ہے۔

صفائی اور ماحولیات

گوادر میں صفائی کا انتظام ناقص اور ناگفتہ بہ ہے۔ گلیوں، سڑکوں میں جگہ جگہ کوڑا کرکٹ کے انبار ادھر ادھر پڑے ہوئے ہیں۔ سیوریج کا نظام بھی ناقص ہے۔ برسات کے موسم میں گندا پانی کئی کئی دنوں تک گلیوں میں کھڑا رہتا ہے جس سے مختلف قسم کی بیماریوں کے پھیلنے کا شدید خطرہ لاحق ہے۔

سمندر کے کنارے بھی گندگی سے محفوظ نہیں ہیں۔ یہاں بھی کوڑا کرکٹ، غلاظت کے انبار اور گٹروں وغیرہ کا غلیظ پانی سمندر کی تہہ میں چلا جاتا ہے جس سے آبی زندگی کو شدید خطرہ لاحق ہے۔ جو یہاں کے روزگار کا ذریعہ ہے۔ مکھیوں اور مچھروں کی بھرمار ہے اس سے مختلف قسم کی بیماریوں کے پھیلنے کا خطرہ لاحق ہے خاص کر ہیضہ اور ملیریا پھوٹ پڑنے کا امکان ہر وقت موجود رہتا ہے جبکہ ٹاؤن کمیٹی والے شہر کی کچھ گندگی شہر کے ایک مچھلی کے کارخانے کے مالک کے کہنے پر سمندر میں پھینک دیتے ہیں۔

چونکہ مذکورہ کارخانہ سمندر کے کنارے واقع ہے۔ کارخانے کی دیوار جو سمندر کے پانی کی وجہ سے کمزور ہوگئی ہے اسے گرنے سے بچانے کے لئے مذکورہ کارخانے کا مالک فی ٹرک کے حساب سے ٹاؤن کمیٹی والوں کو پچاس روپے ادا کرتا ہے۔

سول اسپتال خار باجوڑ کی صورت حال

ایجنسی ہیڈ کوارٹر اسپتال خار باجوڑ کی حالت گزشتہ کئی سالوں سے بہت خراب ہے پانچ سال سے قلعی تک نہیں ہوئی ہے جس کی وجہ سے دیواروں پر گندگی صاف نظر آتی ہے۔ اسپتال کے وارڈز میں ٹوٹی پھوٹی چارپائیاں موجود ہیں اور ان پر پڑے ہوئے بستر ریگزین کے غلافوں سے محروم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مریض کو اپنا بستر ساتھ لانا پڑتا ہے۔

۳ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو یہ نامہ نگار سول اسپتال خار گیا تو ہر طرف فضا میں بدبو موجود تھی اور جب آپریشن تھیٹر اور سرجری وارڈ کے قریب سے گزرا تو یہ بدبو اور تیز ہوئی۔ دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہاں ایک کونے میں ہی گندگی جگہ جگہ بکھری ہوئی پڑی تھی اور قریبی وارڈ سے تقریباً چھ گز کے فاصلے پر گندگی کے ڈھیر موجود تھے۔ عام لوگوں کا پیشاب خانہ بھی یہیں قائم کیا گیا تھا۔ اسپتال کے عملے سے ۳ گھنٹے کی طویل بات چیت کے دوران معلوم ہوا کہ اسپتال میں فرسٹ ایڈ کا سامان تک موجود نہیں۔ اسپرٹ، پٹی اور ململ کا کپڑا اسپتال میں موجود نہ ہونا تعجب خیز بات ہے۔ مریض کے لواحقین باہر سے ڈیٹول لاکر اسپرٹ کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔

اسپتال میں ایمرجنسی میں زندگی بچانے والی ادویات تک موجود نہ ہونے کی وجہ سے غریب مریض، بے دوا مرجاتے ہیں جبکہ مالدار لوگوں کو اتنی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ کیونکہ یہ دوائیں قریبی دکانوں میں موجود ہوتی ہیں۔

اسپتال میں "بیت الخلاء" کی سہولت نہ ہونے کے برابر ہے۔ میں نے دو تین وارڈز اور اسپتال کے عملہ کے دفتر سے ملحقہ لیٹرین دیکھی جس میں کموڈ ٹوٹے ہوئے اور پانی موجود نہیں تھا۔ صرف ایک پاخانہ میں پانی موجود تھا لیکن وہ ایک پرانے ڈرم میں بھرا ہوا تھا۔

اسپتال میں بجلی کی وائرنگ کی مرمت چند سال پہلے کچھ حد تک کی گئی تھی لیکن بلب اور ٹیوب لائٹس موجود نہیں تھے۔ ایک چوکیدار نے بتایا کہ متعلقہ جگہوں میں بجلی کے بلب نہ ہونے کی وجہ سے رات کے وقت ایمرجنسی کی صورت میں بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

دس لاکھ سے زائد آبادی کے لئے اس واحد اسپتال میں اگر ایک طرف ضروری سامان کی یہی صورتحال ہے تو اسٹاف کی کمی کا مسئلہ ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اسپتال میں صرف ایک لیڈی ڈاکٹر متعین ہے۔ وہ جب بیمار ہو جائے یا ضروری کام کی غرض سے اپنے گھر پشاور چلی جائے تو پھر مریض عورتوں کو زبردست مشکلات اور مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں جعلی خاتون ڈاکٹر جنہوں نے نرسنگ کی تربیت بھی حاصل نہیں کی غریبوں کو لوٹنے کے لئے جگہ جگہ "میٹرنٹی ہوم کلینک" قائم کئے ہیں جہاں پر ایک زچگی کیس کے ایک ہزار سے پندرہ سو روپے وصول کئے جاتے ہیں اور اکثر عورتیں موقع پر ہی ان جعلی لیڈی ڈاکٹروں کی وجہ سے مرجاتی ہیں۔

صفائی کا ناقص انتظام

خیرپور کی کانپور کالونی میں صفائی اور نکاسی آب کا نظام درہم برہم ہونے کی وجہ سے علاقے کے رہائشی عوام کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ نالیوں کا پانی سڑکوں پر تالاب کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ شہریوں نے بلدیہ کے حکام سے بارہا اپیل کی کہ وہ صحت و صفائی کے نظام کو بہتر بنانے پر خصوصی توجہ دیں لیکن بلدیہ کی جانب سے بھی کسی قسم کی کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ جس کی وجہ سے علاقہ کے بچے، بوڑھے، عورتیں اور مرد حضرات مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

کاٹن فیکٹریوں کی آلودگی

شہدادپور میں کاٹن فیکٹریاں شہریوں کے لئے اذیت کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ ماحول کی آلودگی سانس کے مریضوں کے لئے جان لیوا ثابت ہو رہی ہیں۔ شہدادپور میں اس وقت نصف درجن سے زائد کاٹن فیکٹریاں موجود ہیں اور ان کی چمنی سے روئی کے باریک ذرات ہوا میں شامل ہو کر آلودگی کا باعث بن رہے ہیں اور وہ سانس کے ذریعے انسانوں اور حیوانوں کے جسم میں داخل ہو کر بیماریوں کا باعث بن رہے ہیں۔ مذکورہ کاٹن فیکٹریوں کا سیزن شروع ہوتے ہی شہدادپور کی ایک چوتھائی آبادی نقل مکانی پر مجبور ہو جاتی ہے۔ ✱✱

پسنی میں عوام کو درپیش مسائل

بجار بلوچ

فشرمین ویلفیئر سوسائٹی پسنی کے جنرل سیکریٹری نے اپنے دورہ کوئٹہ کے موقع پر گورنر صاحب بلوچستان سے ملاقات کی اور پسنی کے تمام مسائل پر تفصیلی گفتگو ہوئی اور اس ملاقات میں جنرل سیکریٹری بجار بلوچ کو صاحب موصوف نے یقین دلایا کہ انشاء اللہ تمام مسائل کے حل کے لئے بروقت اور حتی المقدور کوشش کی جائے گی۔

۱) پسنی میں گزشتہ چالیس سال سے پینے کے پانی کا مسئلہ حل طلب ہے۔ اس سلسلے میں شادیکور ڈیم کی تعمیر ہی سے پانی کے مسئلے کو حل کیا جاسکتا ہے۔

۲) پسنی تمام ضلع سے تعلیمی پوزیشن میں نمبر ایک ہے اور آبادی کے تناسب سے بھی کالج کا حقدار ہے۔ جبکہ وزیر اعلیٰ بلوچستان کے دورہ پسنی کے موقع پر اعلان کیا گیا تھا کہ پسنی کو کالج کا درجہ دیا گیا ہے۔ لیکن اب تک پسنی کے طالب علم کالج کے لئے ترس رہے ہیں۔ پسنی میں کالج کا قیام نہایت ضروری ہے۔

۳) پسنی ہاربر کا قیام ۱۹۸۸ء میں بینظیر بھٹو کے دست مبارک سے ہوا۔ ہاربر کی تعمیر کے بعد اس کی آمدن سے کیا کیا گل کھلائے گئے یہ بات سب ہی جانتے ہیں ہاربر اور جیٹی روز بروز روبہ تنزل ہے۔ اور اب لانچوں کی آمدورفت کے قابل نہیں کیونکہ جیٹی کی کھدائی لازمی ہے کہ باقاعدگی سے ہو لیکن سوائے فنڈز کی خورد برد کے آج تک جیٹی کی صفائی اور کھدائی پر دھیان نہیں دیا گیا اور اب جیٹی ناقابل استعمال ہوتا جارہا ہے۔

۴) ہاربر کی تعمیر پر یہ خوشخبری سنائی گئی کہ کراچی سے پسنی باقاعدہ بحری جہاز کی فیری سروس شروع کی جائے گی تاکہ لوگوں کو کاروبار میں سہولت ہو اور مچھلی کے درآمد و برآمد میں بھی آسانی ہو اور علاقے کے لوگوں کو سفر کی بہتر سہولت میسر ہو۔ لیکن یہ خواب اب تک شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ حکومت سے درخواست ہے کہ جیوانی سے گوادر، گوادر سے پسنی، پسنی سے اورماڑہ اور اورماڑہ سے کراچی تک فیری سروس شروع کی جائے تاکہ سمندری راستے سے بہتر سفری سہولیات دستیاب ہوں۔

۵) پسنی آبادی کے تناسب سے ضلع کا حقدار ہے جبکہ آواران پسنی کے لحاظ سے کم آبادی والا علاقہ ہے اور اسے ضلع بنادیا گیا اور پسنی کو نظرانداز کیا گیا۔

۶) پسنی میں ڈی ای او کی تعیناتی ضروری ہے جبکہ تحصیل پسنی کے اسکولوں کی تعداد ضلع کے باقی تحصیلوں سے زیادہ ہے۔ اس سلسلے میں ضروری کارروائی فرمائی جائے۔

۷) پسنی اسپتال موجودہ وقت میں ایسی جگہ پر قائم کیا گیا ہے جہاں تمام ساحل پسنی کی گندگی وہاں پھینکی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مریضوں کو ناک پر کپڑا رکھ کر اسپتال جانا پڑتا ہے۔ حکومت سے مطالبہ ہے کہ سابقہ اسپتال کی بلڈنگ از سر نو تعمیر کی جائے اور بینظیر بھٹو کے اعلان کے مطابق سو بستروں کے اسپتال کی تعمیر پر بھی عمل درآمد کیا جائے اور دوائیوں کا کوٹہ آبادی کے مطابق اسپتال کو مہیا کیے جائیں۔

۸) ریک پشت مڈل اسکول کو طالب علموں کی تعداد کے تناسب سے ہائی کا درجہ دیا جانا چاہئے اور اسی طرح شپانکو بازار (بنگلہ بازار) کے اسکول کو بھی اپ گریڈ کیا جانا چاہئے۔

۹) ہیرشور اور ریک پشت وارڈوں میں ایم بی بی ایس ڈاکٹرز تعینات کئے جائیں تاکہ مریضوں کو شہر تک آنے کی تکلیف سے چھٹکارہ ملے۔

۱۰) ہاربر پسنی کے مول کو چلانے کے لئے باہر سے کاروباری لوگوں کو متوجہ کیا جانا ضروری ہے تاکہ پسنی کی مچھلیوں کی قیمت بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہاربر کی آمدن میں کافی اضافہ ہو۔ مچھلی کو بیرون ملک لے جانے کے لئے کارخانوں کی اشد ضرورت ہے۔

۱۱) فش ہاربر میں روزگار کے سلسلے میں مقامی لوگوں کو زیادہ فوقیت دی جانے چاہئے کیونکہ اس ادارے میں مچھیروں کے بچے بہتر طور پر فرائض انجام دے سکتے ہیں۔ غیر مقامی لوگوں کی ہاربر پسنی میں بھرتی بند ہونی چاہئے تاکہ ماہی گیروں کے بچوں کی حق تلفی نہ ہو۔

۱۲) پسنی کے باشندوں کو ہوائی سفر کے سلسلے میں سخت تکالیف کا سامنا ہے۔ اس مسئلہ پر بھی فوری توجہ دی جانے چاہئے اور ہوائی جہازوں کی تعداد بڑھائی جائے تاکہ مسافر فضائی سفر کی سہولت سے فیض یاب ہوسکیں۔

۱۳) پسنی واٹر سپلائی گزشتہ سال سے پانی کی سپلائی سے یکسر قاصر ہے جبکہ پچھلے چالیس سال سے پسنی واٹر سپلائی پرانے پائپوں سے پانی فراہم کرتا رہا ہے۔ موجودہ دور میں جو پانی سپلائی کیا جاتا ہے وہ ناکافی ہے کیونکہ اس وقت علاقے کی آبادی ایک لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ اس سلسلے میں متعلقہ محکمہ کو نئے پائپ لائن بچھانے کی ضرورت ہے، تاکہ پانی کی نایابی پر قابو پایا جاسکے۔

۱۴) پسنی میں غیر قانونی ٹرالرنگ لانچ گزشتہ پچاس سال سے ماہی گیروں اور انتظامیہ کے لئے دردِ سر بنا ہوا ہے اور آج تک اس مسئلے پر قابو نہیں پایا گیا۔ اگر اس مسئلے کا دائمی حل تلاش کیا جاتا تو آج تک یہ اتنا بڑا مسئلہ نہ بنتا کشمیر نہ بنتا۔ لیکن اس مسئلے کو طول دینے کا واحد سبب ذاتی مفاد اور مال بنانے کے لالچ نے ماہی گیروں کو اپنے حقوق سے جان بوجھ کر محروم کردیا اور اسی آر ڈی نینس کے چکر میں قلاش ملازم کراچی، کوئٹہ اور تربت میں کروڑوں روپے کے بنگلوں کے مالک بن گئے۔ کیونکہ ان لانچوں سے کروڑوں روپے غیر قانونی طور پر وصول کیا جاتا ہے اور آپس میں بندر بانٹ کا سلسلہ رکنے کا نام نہیں لیتا۔ اس مسئلے کے حل کے لئے حکومتی اقدامات سخت کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ورنہ بیکنگ مضبوط ہونے کی وجہ سے گزشتہ چالیس سالوں سے ماہی گیر ذہنی عذاب میں گرفتار ہیں۔ اس سلسلے میں خفیہ انکوائری کی ضرورت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

باقی صفحہ ۱۹ پر

بقیہ : تاریخی عمارتیں

بنادیا جائے' ہاربر ماسٹرز ہاؤس میں ایک میوزیم یا گیلری بنادی جائے اور لائٹ ہاؤس کے عقب میں آؤٹ ڈور ڈرامہ اور میوزیکل سینٹر بنادیا جائے۔ منصوبے میں ہندو مندر' کیماڑی گھنٹہ گھر اور سینٹ انتھونی چرچ کی بحالی کے پروگرام بھی شامل ہیں۔ کیماڑی اور بوٹ بیسن کے علاقے میں اور ان دونوں کے درمیان ٹرانسپورٹ کی سہولتوں کو بہتر بنانے کی تجاویز بھی مرتب کی جارہی ہیں۔

اس منصوبے کے لئے نیدرلینڈ کا سفارت خانہ' کراچی پورٹ ٹرسٹ اور بعض مقامی مالیاتی ادارے رقم فراہم کررہے ہیں۔ منصوبہ خاصا آگے بڑھ چکا ہے۔ بنیادی دستاویزات کا کام اور پورے علاقے کے ماحولیاتی جائزے کا کام مکمل ہوچکا ہے۔ کھلے مقامات کے منصوبے تیار ہوچکے ہیں۔ اب ایسا طریق کار طے کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں جس کے تحت کیماڑی' بوٹ بیسن اور منوڑہ کے علاقوں کی مجوزہ بحالی کا کام اس علاقے اور شہر کے سماجی اور معاشی حالات کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوئے جاری رکھا جاسکے۔ اس کے علاوہ منصوبہ بندی کے عمل میں منصوبے کی تکمیل اور اس کے بعد اس کی دیکھ بھال کے لئے مطلوبہ مالی' فنی' انتظامی اور افرادی وسائل کی فراہمی کے بارے میں بھی غور کیا جارہا ہے۔

اس منصوبے سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں اور توقع ہے کہ اسے پورے طور پر مکمل کیا جائے گا تاکہ کراچی کو ایک سیاحتی مرکز کی حیثیت حاصل ہوسکے جس کی اس شہر کو سخت ضرورت ہے۔

بقیہ : شہریوں کی آواز

کھل گیا ہے جن سے گریز بھی کیا جاسکتا تھا۔

یہ امر افسوسناک ہے کہ موجودہ بحران میں زیادہ تر کے ڈی اے' کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کے افسران کے رویئے' کارکردگی یا عدم کارکردگی کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ ایک ایسے جراحی عمل کی نگرانی کرتے جس کی شہر کو سخت ضرورت ہے تاکہ شہر کو ناجائز تعمیرات کے سرطان سے نجات دلائی جاسکتی جو کہ شہر کے ماحول کو تباہ کر رہا ہے' کیا وہ اس بات سے مطمئن ہیں کہ وہ گلاس ٹاورز اور صائمہ ٹریڈ سینٹر جیسے شرمناک شہری نمونے ہمیشہ کے لئے بطور خدشہ چھوڑ کر جائیں گے؟ "شہری" کے خیال میں چونکہ کے ڈی اے اور کے بی سی اے کے افسران اور بلڈرز کے مالی مفادات تعمیراتی قوانین کی خلاف ورزیوں کے ساتھ اس گہرائی تک پیوستہ ہیں کہ غالباً" صرف ایک ہی چیز ان تمام اچھے کاموں کو جو گزشتہ چند برسوں کے دوران کئے گئے ہیں ترقی معکوس سے روکنے کی ضمانت دے سکتی ہے اور وہ ہے ممکنہ حد تک عام شہریوں کی جانب سے مزاحمت' عوام کو یہ احساس ہونا چاہئے کہ عمارتی قوانین کی خلاف ورزیاں اس شہر اور اس کے باسیوں کے مستقبل کو خطرے میں ڈال سکتی ہیں اور ان خلاف ورزیوں کو ابھی سے روکنے کی ضرورت ہے۔

(شہری کی قانونی اور امداد کمیٹی نے تیار کیا)

بحال کی جانے والی تاریخی عمارتیں

کیماڑی' بوٹ بیسن

- کیماڑی گھنٹہ گھر ۱۹۱۸ء
- پاور ہاؤس
- فائر ہاؤس
- چرچ
- نیٹو جیٹی
- ہندو گھاٹ

منوڑہ

- کے پی ٹی ارائیول ڈاک
- ہندو مندر

- رصد گاہ
- کے پی ٹی آفیسرز کلب
- تین نو آبادیاتی گھر
- گرونانک مندر
- لائٹ ہاؤس ۱۸۸۹ء
- ہاربر ماسٹرز ہاؤس
- مسلم مزار بارہویں صدی
- نیوی ہاؤس
- پبلک ارائیول ڈاک
- ساحل سمندر کا علاقہ
- فش ریسٹوران
- دستکاریوں کی دکانیں
- نو آبادیاتی دور کا قبرستان
- ڈرائی ڈاک ایریا

بقیہ : پسنی کے مسائل

۱۵) پسنی فشرمین ویلفیئر سوسائٹی رجسٹرڈ سے محکمہ ماہی گیری حکومت کو بار بار لکھا اور یاد دہانی کرائی کہ اسے بورڈ آف ڈائریکٹر کا ممبر بنایا جائے تاکہ ماہی گیروں کے مسائل کے بارے میں متعلقہ محکمہ کی رہنمائی کی جاسکے اور آئے دن کی پریشانی سے ماہی گیروں کو بچایا جاسکے۔ لیکن محکمہ ہذا ماہی گیر نمائندہ کو اب تک بورڈ کا ممبر بنانے میں لیت و لعل سے کام لے رہا ہے اور ماہی گیر ہر سال ٹیکس میں ردوبدل سے پریشانی کا شکار ہیں۔ اگر محکمہ ماہی گیری بلوچستان' ماہی گیروں کے نمائندے کو بورڈ کا ممبر بنادے تو میٹنگ کے دوران اسی فیصد مسائل کے حل میں محکمہ کی رہنمائی کی جاسکتی ہے اور روز بروز کی ہڑتال اور غیر قانونی شکار کرنے والی لانچوں سے چھٹکارہ بھی پایا جاسکتا ہے۔ ہم گورنمنٹ بلوچستان سے درخواست کرتے ہیں کہ ماہی گیروں کے نمائندہ (فشرمین ویلفیئر سوسائٹی کے صدر) کو بورڈ آف ڈائریکٹرز میں نمائندگی دی جائے۔

ٹیلی فون اور بجلی کے نظام کی درستگی کی اشد ضرورت ہے۔ ضلع گوادر کے محروم لوگوں کو اس سہولت سے فیض یاب کیا جانا ضروری ہے تاکہ اس ترقی یافتہ دور میں ہر جائز سہولت پبلک کو میسر ہو۔

ہاربر گوادر کے معرض وجود میں آنے تک اس کی کارکردگی تسلی بخش نہیں اور مقامی لوگوں کی بھرتی کا مسئلہ جوں کا توں ہے۔ ہاربر گوادر میں مقامی لوگوں کو روزگار کے سلسلے میں فوقیت دیا جانا ضروری ہے۔ تاکہ مقامی لوگوں کی بے روزگاری کسی حد تک کم ہوسکے اور حال ہی میں سی پورٹ کی تعمیر کے سلسلے میں پیش رفت ہوئی اس پروجیکٹ میں بھی مقامی لوگوں کو نظرانداز نہیں کیا جانا چاہئے۔ ضلع گوادر کے بے روزگار انجینئرز کو روزگار کے موقع دینا ضروری ہے۔

اورماڑہ لیاری روڈ مکران کے عوام کی دیرینہ تمنا ہے۔ جسے عرصہ دراز سے نظرانداز کیا جارہا ہے۔ حکومت بلوچستان اور مرکزی حکومت سے درخواست ہے کہ وہ اس روڈ کی افادیت کے پیش نظر جلد سے جلد روڈ کو آمدورفت کے قابل بنانے کی طرف توجہ دے۔

پسنی' گوادر' تربت' اورماڑہ' جیوانی اور پنجگور روڈ گزشتہ پچاس سال سے ناقابل استعمال چلا آرہا ہے۔ اور مسافر پچاس سال سے تکالیف برداشت کرتے چلے آرہے ہیں۔ انسانی ہمدردی کے ناطے حکومت سے درخواست ہے کہ ان علاقوں میں لوگوں کی سفری سہولیات کو مدنظر رکھ کر ان سڑکوں کی تعمیر کا کام شروع کرایا جائے۔ تاکہ یہاں کے مکین حکومت وقت کے لئے دست بدعا ہوں۔ اور پچاس سالہ عذاب سے چھٹکارہ حاصل کریں۔

پسنی میں ہر سال بحری جہاز کے ذریعے گندم مکران کے لئے سپلائی کی جاتی تھی اور اس سے سینکڑوں مزدور برسر روزگار تھے۔ نہ معلوم وجوہات کی بنا پر اس سلسلے کو بند کیا گیا۔ جبکہ پسنی میں جہاز کی سہولت کے لئے جیٹی تعمیر ہوچکا ہے اور گندم کی سپلائی کا بند ہونا باعث حیرت ہے۔

***

رپورٹ: شہری

منوڑا، کیماڑی اور بوٹ بیسن کی تاریخی عمارتیں

کیماڑی بوٹ بیسن اور منوڑہ کے علاقے میں (جو کراچی میں پورٹ ٹرسٹ کی حدود میں آتے ہیں) نو آبادیاتی دور کی ایسی متعدد عمارتیں موجود ہیں جو تاریخی اور فن تعمیر کے اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان میں کیماڑی کا گھنٹہ گھر، فائر ہاؤس، ہندو گھاٹ، رصد گاہ، ہاربر ماسٹرز ہاؤس وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حال ہی میں ایک مطالعاتی منصوبہ شروع کیا گیا جس کے تحت کیماڑی بوٹ بیسن اور منوڑہ کی تاریخی عمارتوں اور مقامات کے تحفظ اور بحالی کے لئے ایک ماسٹرپلان اور تحفظاتی اقدامات کا تفصیلی طریق کار مرتب کیا جائے گا۔ یہ پروجیکٹ کراچی کی بندرگاہ کے ماحولیاتی تحفظ کے مجموعی آپریشن کا ایک حصہ ہوگا، جس سے بندرگاہ کے علاقے میں ماحول کے بہتر ہونے کی توقع ہے، اس سے

منوڑا میں کولونیل دور کی عمارتیں

منوڑا کا ایک خوبصورت ہندو مندر

بوٹ بیسن اور منوڑہ کو ایک تفریحی مقام کا درجہ دینے میں مدد ملے گی جہاں بڑی تعداد میں مقامی اور غیر ملکی سیاح محظوظ ہو سکیں گے۔

اس منصوبے کا آغاز ساٹا (SAETA) پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ نے کیا ہے جو مشہور غیر ملکی اور مقامی آرکیٹیکٹس، انجینئرز، لینڈ اسکیپرز اور ڈیزائنوز کا ایک گروپ ہے۔ اس ٹیم میں مسعود اے خان (ٹیم کے لیڈر) عارف حسن، فضل نور، ڈیوڈ ا یلمن درتھ، دریا قاضی، یاسمین چیمہ، کوثر بشیر احمد، مرلی دھردیوانی، مسز جانس جے برنس، حمیرا رحمان اور نوید حسین شامل ہیں۔

اس پروگرام کا آغاز کرنے کے لئے ابتدائی رقم کے پی ٹی نے ساٹا پاکستان لینڈ کو فراہم کی ہے، یہ منصوبہ انتظامی مشکلات کا شکار ہو گیا اور غیر استعمال شدہ رقم کے پی ٹی کو لوٹا دی گئی۔ تاہم منصوبے پر ابتدائی کام شروع ہو چکا ہے اور توقع ہے کہ انتظامی دشواریاں بہت جلد دور ہو جائیں گی۔

اس منصوبے کی ٹیم کے ایک رکن کے مطابق ایک باقاعدہ منصوبے کے تحت اس علاقے میں اصلاحات کی جائیں گی، بنیادی سہولتوں کی کمی کو دور کیا جائے گا، کھلے مقامات کی نشاندہی کرکے انہیں لینڈ اسکیپنگ اور دیگر طریقوں سے ترقی دے کر مجموعی طور پر پورے علاقے کو بحال کیا جائے گا۔ یہ پورا کام ایک تصوراتی ڈھانچے کی حدود میں رہتے ہوئے کیا جائے گا جس سے نہ صرف مالی فائدہ ہوگا بلکہ یہ علاقہ ایک قومی اور علاقائی، تاریخی، تفریحی اور ماحولیاتی حسن کے لحاظ سے ایک اثاثہ بن جائے گا۔

ڈھانچے کے اندر رہتے ہوئے منصوبہ بندی کے دوران خاص طور پر موجودہ عمارتوں کی بحالی، ان کے منافع بخش استعمال، باہر نکلی ہوئی اور غیر مناسب عمارتوں کی درستگی، کچی آبادیوں کی اصلاح اور لینڈ اسکیپنگ پر خصوصی توجہ دی جائے گی اور علاقے کے مخصوص جغرافیائی اور تعمیراتی حسن کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

ایسے منصوبے تجویز کئے جا رہے ہیں جن کے تحت منوڑہ میں رصد گاہ کو قدیم ریکارڈ اور تصاویر، سندھ کے پرندوں کی نمائش کے لئے استعمال کیا جا سکے گا۔ نیوی ہاؤس کو فیملی ہوٹل

باقی صفحہ ۱۹ پر